# معارف

اکتوبر ۲۰۱۹ء

مجلس دارالمصنّفین کا ماہوار علمی رسالہ

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

# سالانہ زرتعاون

ہندوستان میں سالانہ ۲۸۰/روپئے۔ فی شمارہ ۲۵/روپئے۔ رجسٹرڈ ڈاک ۴۸۴/روپئے

دیگر ممالک میں سادہ ڈاک ۱۶۶۰/روپئے۔ دیگر ممالک رجسٹرڈ ڈاک ۱۷۸۰/روپئے

ہندوستان میں ۵ سال کی خریداری صرف ۱۳۰۰/روپئے میں دستیاب۔

پاکستان میں ماہنامہ معارف کے لئے رابطہ کریں

**HAFIZ SAJJAD ELAHI**

196 - AHMAD BLOCK, NEW GARDEN TOWN

LAHORE (PUNJAB) PAKISTAN

Tel: 0300 - 4682752, (R) 5863609, (O) 7280916

Email: abdulhadi_133@yahoo.com

سالانہ چندہ کی رقم منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ کے ذریعہ بھیجیں۔ بینک ڈرافٹ درج ذیل نام سے بنوائیں۔

**DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY, AZAMGARH**

- زرتعاون ختم ہونے پر تین ماہ کے بعد رسالہ بند کردیا جائے گا۔
- معارف کا زرتعاون وقت مقررہ پر روانہ فرمائیں۔
- خط و کتابت کرتے وقت رسالہ کے لفافے پر درج خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
- معارف کی ایجنسی کم از کم پانچ پرچوں کی خریداری پر دی جائے گی۔
- کمیشن ۲۵ فیصد ہوگا۔ رقم پیشگی آنی چاہئے۔

**Email: shibli_academy@rediffmail.com, info@shibliacademy.org**

**Website: www.shibliacademy.org**

**Bank Name: Punjab National Bank - Heerapatti, Azamgarh**

**Account No: 4761005500000051 - IFSC No: PUNB0476100**

**✆ (Office Mobile) 09170060782**

---

ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی (جوائنٹ سکریٹری رمنیجر) نے معارف پریس میں چھپوا کر

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی کا علمی ودینی ماہنامہ

# معارف

جلد نمبر ۲۰۴ | ماہ صفر المظفر ۱۴۴۱ھ مطابق ماہ اکتوبر ۲۰۱۹ء | عدد ۴

## فہرست مضامین





دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی
پوسٹ بکس نمبر: ۱۹
شبلی روڈ، اعظم گڑھ (یوپی)
پن کوڈ: ۲۷۶۰۰۱

# شذرات

۲۰۱۷ء میں مسلم یونیورسٹی نے وائس چانسلر پروفیسر طارق منصور صاحب کی قیادت میں سرسید کے دو سویں جشن ولادت کو بڑے اہتمام سے منایا تھا۔اس مناسبت سے اس وقت جو فیصلے کیے گئے تھے ان میں سرسید کے نام پر دو ایکسی لنس اوارڈ کا قیام بھی شامل تھا، ایک بین الاقوامی سطح پر اور ایک قومی سطح پر۔ چنانچہ اس وقت سے یونیورسٹی اپنے موسس کے یوم ولادت ۱۷/ اکتوبر کو ہر سال دو ممتاز شخصیات کو اس اوارڈ سے نوازتی رہی ہے۔ یہ انعامات شخصیات کے علاوہ ان اداروں کو بھی دیے جاسکتے ہیں جو ان مقاصد کی تحصیل اور تکمیل کے لیے کام کرتے رہے ہوں جو سرسید کے مشن کے وسیع تر دائرہ کار میں آتے ہوں۔ چنانچہ اس سال یہ انعامات پہلی بار ملکی اور بین الاقوامی دونوں سطح پر اداروں کو تفویض کیے گئے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر یہ اوارڈ آکسفورڈ سینٹر آف اسلامک اسٹڈیز کو دیا گیا ہے اور ملکی سطح پر اس اعزاز کے لیے سرسید کے رفیق علامہ شبلی کے قائم کیے ہوئے ادارہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی کو منتخب کیا گیا ہے۔اس طرح دارالمصنّفین ملک کا پہلا ادارہ ہے جو اس اعزاز سے سرفراز ہوا ہے۔حق یہ ہے کہ حق بحقدار رسید۔ یہ اس عظیم دانش گاہ کی طرف سے دارالمصنّفین کی گراں بہا خدمات کا اعتراف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ گزشتہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ میں دارالمصنّفین نے ، جسے ڈاکٹر ذاکر حسین نے سراج منیر کے لقب سے یاد کیا تھا، تحقیق و تصنیف اور علم و ادب میں ملک اور ملت کی جو گراں قدر خدمت انجام دی ہے اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔قوم کی ذہنی بیداری اور ترقی کے لیے جو لٹریچر اس ادارہ نے فراہم کیا ہے اور برابر فراہم کر رہا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سیرۃ النبیؐ، سیر الصحابہ، تاریخ اسلام، تاریخ ہند، اردو ادب اور دوسرے موضوعات پر جو عظیم الشان لٹریچر یہاں تیار کیا گیا اس کا کہیں کوئی بدل نہیں ، برصغیر ہی میں نہیں بلکہ وسیع تر عالم اسلام میں بھی۔ اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو دارالمصنّفین دراصل سرسید کے عظیم تر مشن کی توسیع اور تکمیل ہی کا کام کر رہا ہے۔ چنانچہ یونیورسٹی کا یہ فیصلہ ہر لحاظ سے مناسب، بروقت اور قرین انصاف ہے۔یقین ہے ہر چہار طرف اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

---

مدرسۃ العلوم کے منتخب روزگار اساتذہ میں صرف علامہ شبلی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ سرسید کے رفقا میں شامل ہیں۔سرسید کے رفقا میں ان کو ایک اور امتیاز حاصل ہے۔علی گڈھ سے باہر علی گڈھ تحریک کے وسیع تر مقاصد کی توسیع اور ترویج کے سلسلہ میں انہوں نے جو کام کیا اس کا موقع سرسید کے رفقا میں کسی اور کو نہیں ملا۔ علی گڈھ سے وابستگی کے فوراً بعد ۱۸۸۳ء میں ہی انہوں نے اعظم گڈھ نیشنل اسکول کی بنیاد ڈال دی تھی۔ مدرسۃ العلوم کے بعد علی گڈھ تحریک کے زیر اثر قائم ہونے والا یہ پہلا اسکول تھا۔ یہ اسکول آج ایک پر شکوہ کالج کا قالب اختیار کر چکا ہے اور کم و بیش ۱۳۵/سال سے اس علاقہ میں جدید تعلیم کے ایک اہم مرکز کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ ندوۃ العلماء کی تعمیر و ترقی میں ان کا حصہ ناقابل فراموش ہے اور وہ جن خصوصیات

کے لیے جانا اور پہچانا جاتا رہا ہے وہ انہی کی دین ہیں۔ مدرسۃ الاصلاح کی تاسیس میں انہوں نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ دارالمصنّفین کا تخیل اور اس کی تاسیس، علم و تحقیق کے میدان میں جس کا کوئی ثانی نہیں، قوم و ملک کے لیے انہیں کا عطیہ ہے۔ انہوں نے نہایت مصروف زندگی گزاری۔ علم و تحقیق کے علاوہ جوان کا اصل میدان کار تھا، ملی کاموں میں بھی وہ غیر معمولی حد تک مشغول رہے لیکن جہاں اور جس حال میں رہے علی گڈھ سے قلبی اور جذباتی تعلق ہمیشہ باقی رہا اور نہاں خانۂ دل میں یہ خواہش ہمیشہ موجود رہی کہ سال میں کچھ وقت کالج میں گذارنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ انتقال سے تقریباً ایک سال پہلے ۲۱ فروری ۱۹۱۳ء میں انہوں نے اسٹریچی ہال میں اپنی ایک تقریر میں اس بات کا اس طرح اظہار کیا: ''میری ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ سال میں کم از کم چھ مہینے کالج میں بسر کروں مگر بعض موانع بالخصوص ندوہ کے کام نے مجھے اپنے اس ارادے کی تکمیل سے باز رکھا، خدا کرے یونیورسٹی اسکیم جلد عملی صورت میں آجائے تاکہ مجھے اس کی خدمت کا موقع ملے''۔ چنانچہ دارالمصنّفین کے موسس کو مدرسۃ العلوم سے وہی تعلق خاطر تھا جو سرسید کے ایک رفیق کو ہوسکتا تھا۔

---

علامہ شبلی کو سرسید اور کالج سے جو فیض پہنچا اس کا بالعموم اعتراف کیا جاتا ہے۔ البتہ انہوں نے کالج کی جو مہتم بالشان خدمات انجام دیں ان کا اعتراف بعد کے زمانوں میں کم ہی ہوا ہے۔ مختلف اسباب کی وجہ سے جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے علی گڈھ اور دارالمصنّفین کے تعلقات میں گرم جوشی کا فقدان رہا ہے جس کی اس طرح کے دو ہم مقصد اداروں میں فطری طور پر توقع کی جاتی ہے۔ حیات شبلی کی اشاعت کے بعد منشی امین زبیری اور بابائے اردو مولوی عبدالحق صاحب نے نہ صرف اس دوری کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر علامہ شبلی کی کردار کشی میں بھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، لیکن دارالمصنّفین نے اس سلسلہ میں ہمیشہ غیر معمولی ضبط اور احتیاط کا مظاہرہ کیا اور بے جا تنقید سے مکمل طور پر احتراز کیا۔ جنگ آزادی کے سلسلہ میں بھی دونوں اداروں کے نقطہ نظر میں ہم آہنگی نہیں تھی۔ دارالمصنّفین نے نقطہ نظر کے اس اختلاف پر تنقید بھی کی لیکن یونیورسٹی پر جب بھی آنچ آئی اور کہیں سے بھی اسے کوئی خطرہ پیش آیا تو وہ ہمیشہ اس کے دفاع میں آگے آگے رہا۔ خاص طور سے آزادی کے بعد دارالمصنّفین کی نظر میں مسلم یونیورسٹی کی حیثیت ہندوستان میں ملت اسلامیہ کے سب سے قیمتی اور عزیز ترین سرمایہ کی رہی ہے اور اس نے اس کے دفاع میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں کی۔ معارف کے شذرات اس کے گواہ ہیں۔

---

جب مارچ ۲۰۰۸ء میں راقم حروف نے دارالمصنّفین کی خدمت کی گراں بار ذمہ داری سنبھالی تو ابتدا ہی سے یہ خواہش دل میں موجود رہی کہ اپنی مادر علمی جس کے نقش اول مدرسۃ العلوم کے بارے میں علامہ شبلی نے کہا تھا کہ وہ یہاں کے استاد بھی تھے اور طالب علم بھی، اور دارالمصنّفین جس کو انہوں نے قائم کیا، کے درمیان مختلف اسباب سے جو دوریاں پیدا ہوگئی ہیں ان کو ختم کرنے کی تدبیر کی جائے۔ اس مقصد کے

حصول کے لیے جو کوششیں کی گئیں ان میں مولانا حالی اور سرسید پر اچھے اور کامیاب سیمیناروں کا انعقاد بھی شامل ہے۔ دارالمصنّفین میں مولانا حالی صدی کو بھی شبلی صدی کے ساتھ منایا گیا۔ ان کی حیات اور خدمات پر ایک مکمل سیمینار کرنے کی سعادت دارالمصنّفین کو ملی۔ دوسرے علمی اداروں میں مولانا حالی اور علامہ شبلی پر مشترکہ سیمینار منعقد ہوئے اور ہمارے علم کی حد تک ان میں سے کسی کا بھی مجموعہ مقالات شائع نہیں ہوا۔ اس سیمینار میں پیش کیے جانے والے مقالات کا ایک خوبصورت مجموعہ ''مولانا الطاف حسین حالی کی یاد میں'' کے نام سے ۲۰۱۵ء میں شائع ہوکر قبول عام حاصل کر چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس موقع پر دارالمصنّفین نے مولانا حالی کی مشہور تصنیف ''حیات سعدی'' کا یادگار محقق ایڈیشن شائع کیا۔ برصغیر کے طول وعرض میں کسی دوسرے ادارے نے اس سلسلہ میں اس طرح کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ اس طرح دارالمصنّفین کو یہ توفیق نصیب ہوئی کہ حالی اور شبلی کے درمیان نام نہاد معاصرانہ چشمک کے اس فتنہ کا ہمیشہ کے لیے سدباب کر دیا۔ دارالمصنّفین میں ہم اپنے تمام بزرگوں کو عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یہاں ان کے علمی اختلافات کو ایک دوسرے کی توہین اور تنقیص کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا۔ اسی طرح دارالمصنّفین نے محسن قوم سرسید کے دوسویں جشن ولادت کو بہت اہتمام سے منایا اور اس موقع پر ان کی یاد میں ایک اچھے سیمینار کا اہتمام کیا۔ بدقسمتی سے ابھی اس سیمینار کے مقالات کا مجموعہ شائع نہیں ہوسکا ہے۔ انشاء اللہ جلد اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے گا۔ سرسید کے مشن کی توسیع وتکمیل میں انسٹی ٹیوٹ گزٹ کی جو اہمیت رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اس میں سرسید نے جو نہایت قیمتی اداریے سپرد قلم کیے تھے وہ ابھی تک شائقین کی دسترس سے باہر تھے۔ اس کا پہلا مدون اور مرتب انتخاب دارالمصنّفین نے شائع کیا۔ اسے مطالعات سرسید کے ماہر پروفیسر اصغر عباس نے ''شذرات سرسید'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔ یہ بات خاص طور سے قابل ذکر ہے کہ اس موقع پر اس مجموعہ کے علاوہ سرسید کی غیر مدون تحریروں کا کوئی اور مجموعہ کہیں اور سے شائع نہیں ہوا۔

---

اس پس منظر میں سرسید ایکسی لنس اوارڈ کے لیے دارالمصنّفین کے انتخاب کی معنویت بہت بڑھ جاتی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یونیورسٹی انتظامیہ ملک وملت کے لیے دارالمصنّفین کی گراں قدر خدمات سے بخوبی واقف بھی ہے اور اس کی قدر شناس بھی ہے۔ خاموشی سے خدمت کرنے والے ادارے جن کو ستائش کی تمنا ہوتی ہے نہ صلہ کی پروا، عام طور سے تیز روشنی سے دور ہی رہتے ہیں چنانچہ پروپیگنڈہ کی اس دنیا میں لوگوں کی نظریں ان پر کم ہی پڑتی ہیں۔ یہ بات باعث امتنان ہے کہ یونیورسٹی کے ارباب انتظام نے اس باوقار اوارڈ کے لیے خاموش علمی اور تحقیقی خدمت میں مصروف اس ادارہ کا انتخاب کیا۔ اس سے وہ پروسس جو دونوں اداروں کو قریب لانے کے مقصد سے کچھ دنوں سے جاری تھا تکمیل کو پہنچ گیا۔ امید کی جانی چاہیے کہ اس سے دونوں اداروں کے درمیان بہتر تعاون کے راستے کھلیں گے اور ملک وملت کے لیے اس کے مفید نتائج سامنے آئیں گے۔

## مقالات

# قرعہ اندازی کی سنت نبویؐ

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی☆

(۲)

**نبوی قیام قبا و مدینہ میں قرعہ اندازی:** ہجرت مدینہ کے دونوں مقامات قیام و سکونت نبویؐ - قبا میں حضرت کلثوم بن الہدمؓ کے دولت خانہ میں اور خاص شہر مدینہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مہمان خانے میں - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام و سکونت اور میزبانی کا عام روایات سیرت و احادیث میں ذکر آتا ہے۔ اس سے یہ تاثر ملتا ہے بلکہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا انتخاب تھا کم از کم قیام قبا میں اور مدینہ میں وحی الٰہی کے اشارہ پر (ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۲/ ۸۸-۸۹۔ "فنزل رسول اللہ ﷺ، فیما یذکرون، علی کلثوم بن ھدم، اخی بنی عمرو بن عوف......الخ)

حکیم محمود احمد ظفر، ۴۴۳ بحوالہ زاد المعاد: ۲/ ۵۴، حضرت کلثوم بن ہدمؓ اوس کے بطن بنو عمرو بن عوف کے خاندان بنو عبید کے فرزند و سربراہ تھے اور سردار بھی، ابن اسحاق نے کلثوم بن ہدم اور سعد بن خیثمہ کے مکانات میں قیام نبوی کی توجیہ کی ہے اور تطبیق کی کوشش بھی کہ قیام تو دولت کدہ کلثوم میں تھا مگر تعلیم و دعوت کے لیے خانہ سعد بن خیثمہؓ میں تشریف رکھتے تھے کہ وہ مہاجرین کے کنواروں کا "منزل الاعزاب" تھا اور اس وجہ سے آپ کی سکونت وہاں بتائی جاتی ہے۔

قیام مدینہ میں مختلف خاندانوں کے اکابر و سادات نے اپنے اپنے مقامات طاقت و شوکت اور مہمانداری "العدد و العدۃ و المنعۃ" میں سکونت کے لیے اصرار کیا تو آپ نے اپنی اونٹنی کے بارے میں فرمایا کہ اس کا راستہ چھوڑ دو کہ وہ مامورہ ہے: "خلوا سبیلھا، فانھا مامورۃ"۔ وہ متعدد خاندانوں کے علاقوں سے گزرتی رہی اور سب کے اکابر درخواست قیام کرتے رہے اور آپ سب سے یہی فرماتے رہے اور چلتے رہے تاآنکہ وہ بنو مالک بن النجار کے دار/ علاقہ میں ان کے مربد/

---

☆ پروفیسر، صدر، ڈائریکٹر (سابق) ادارہ علوم اسلامیہ و شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئی لیکن آپؐ نہیں اترے اور کئی بار اسے چلایا مگر وہ چل کر وہیں آ کر بیٹھ جاتی۔ بالآخر آپؐ اس سے اترے اور حضرت ابوایوب خالد بن زید نجاری خزرجیؓ آپ کا کجاوہ (رحلہ) اپنے گھر لے گئے اور وہی آپ کا مقام سکونت بنا (ابن اسحاق، ۲/۹۰-۹۱؛ فتح الباری، ۷/۳۲۴۔ نے بھی اس تطبیق کا ذکر کیا ہے لیکن ابن اسحاق کا حوالہ نہیں دیا۔ حافظ عسقلانی کا بعض کتب موخرہ کی بنا پر یہ حوالہ کہ حضرت کلثوم بن ہدم اس وقت مشرک تھے صحیح نہیں، خود انھوں نے بھی ان کے اسلام کی تصدیق دوسرے مآخذ سے کی ہے۔)

حدیث بخاری: ۳۹۳۲ میں وضاحت ہے کہ بنوعمرو بن عوف/ بالائی مدینہ میں چودہ روزہ قیام کے بعد آپ اور رفقاء ہجرت ''فناء ابی ایوب'' میں اترے۔ باقی تصریح مکان نہیں ہے)۔

مہاجرین کرام کے قیام و سکونت کے انصار کے لیے سادات و اکابر کے قرعہ اندازی کی عام روایات بخاری اور کتب حدیث و سیرت بتاتی ہیں کہ:

۱۔ ان سب کا قیام قبا و قیام و سکونت مدینہ دونوں انصاری قرعہ اندازی کے طریقہ سے عمل میں لایا گیا تھا۔

۲۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قیام قبا کے عارضی زمانے میں آپ کا قیام و توطن حضرت کلثوم بن ہدم کے دولت کدے پر قرعہ اندازی کی وجہ سے ہوا تھا۔

۳۔ قرعہ اندازی کی وجہ سے ہی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان میں نبوی قیام ہوا تھا اور اس میں منجانب اللہ مامور اونٹنی نے قرعہ اندازی کا کام کیا تھا۔

**مکان ابوایوب انصاری میں قیام نبویؐ کا قرعہ:** مسند احمد بن حنبل کی حدیث یونس بن مالکؓ: ۱۲۷۹۳، ۱۲۷۹۶ کے مطابق ''آپ ............ ابوایوب رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس آئے۔ حضرت ابوایوبؓ کے گھر کے ملحقہ صحن (فناء دار ابی ایوب) میں اترے''۔ ان تمام احادیث مسند میں آپ کے اپنی اونٹنی سے اترنے کا ذکر ہے۔ حدیث ابی ایوب انصاریؓ: ۲۲۹۹۶ میں صراحت ہے کہ ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے، انصار نے قرعہ اندازی کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کے ہاں تشریف فرما ہوں۔ قرعہ فال حضرت ابوایوبؓ کے نام کا نکلا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں سکونت پذیر ہوئے: ''...اقترعت الانصار أیهم یووی رسول اللہ ﷺ فقرعهم ابو ایوب... الخ''

ایک اور حدیث ابوایوبؓ کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر کی نچلی منزل میں تشریف فرما (سکونت پذیر) ہوئے اور ہم اوپر بالا خانے میں چلے گئے"۔ حدیث ابوایوبؓ: ۲۳۰۵۸۔ (مسند احمد بن حنبل، ۴۱۴/۵ بحوالہ وینسنک؛ حیات طیبہ، ۱۷۸-۱۷۹؛ ۱۸۳-۱۸۴؛ ابن اسحاق/ ابن ہشام، ۹۲/۲ میں دولت کدہ ابوایوب میں زیریں منزل میں قیام نبویؐ اور بالائی منزل میں سکونت میزبان کا ذکر اس درخواست کے ساتھ ہے کہ وہ مکان کے اوپر والے حصہ میں قیام کو آپ کے احترام کے خلاف گردانتے تھے۔ لہٰذا بالائی منزل میں قیام نبوی کے متمنی تھے مگر آپؐ نے لوگوں سے ملاقات اور دعوت وارشاد کے کام/غرض کی وضاحت کر کے ان کی تشفی کر دی۔)

مدینہ منورہ میں قیام نبویؐ کے لیے قرعہ اندازی کی سنت انبیاء وطریقت عرب کی تائید اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ شہر میں پہنچے تو آپ کی اونٹنی پر آپ کے پیچھے حضرت ابوبکر صدیقؓ بیٹھے تھے اور حضرت عامر بن فہیرہ مولیٰ صدیقؓ ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ حدیث بخاری: ۳۹۳۲ میں حضرت انس بن مالکؓ کا چشم دیدہ مشاہدہ ہے: "وکانی انظر الی رسول اللہ علی راحلتہ وابوبکر ردفہ وملاء من بنی النجار حولہ حتی القی بفناء ابی ایوب..."

مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے مولیٰ حضرت عامر بن فہیرہؓ آپ کے ساتھ مکان ابی ایوب میں قیام پذیر نہیں ہوئے کہ ان کا قرعہ فال نہیں نکلا تھا۔ وہ قباء میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت کلثوم بن ہدم عمری اوسی کے گھر میں یا دوسرے صحابی میزبان حضرت سعد بن خیثمہ کے مکان میں بھی نہیں اترے تھے۔ ابن اسحاق کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ سنح نامی علاقہ بنوحارث (خزرج) میں حضرت خبیب بن اساف کے گھر اترے تھے اور ایک قائل کے قول کے مطابق حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر حارثی خزرجی کے مکان میں سکونت پذیر ہوئے تھے اور ان کے مولیٰ ان کے ساتھ تھے۔ اگر چہ بعد میں اقطاعات نبوی کے عطیہ کے بعد ان کا ایک ذاتی مکان خاص شہر میں بھی تھا اور مسجد نبویؐ اور بیت نبویؐ کے قریب مگر وہ سنح کی قیام گاہ کو ترک نہیں کر سکے، (ابن اسحاق/ابن ہشام: ۸۹/۲۔ حضرت علی بن ابی طالب ہاشمیؓ البتہ قبا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قیام پذیر ہوئے تھے اور مدینہ میں حضرت سہیل بن حنیف اوسی کے گھر میں اور بعد میں ان کے بھائی بنے۔ ابن سعد: ۹۲/۳-۹۳ نے ان مقامات سکونت کی روایات نقل کی ہیں:...... ولم یزل فی بنی

الحارث بن الخزرج بالسخ حتی توفی رسول اللہ ﷺ''، حکیم محمود احمد ظفر، ۴۲۴ نے حضرت علیؓ کے حضرت کلثوم بن ہدم میں قیام کا حوالہ ابن سعد: ۱/ ۲۳۵؛ طبری: ۲/ ۱۰۶، سے دیا ہے مگر حضرت ابوبکرؓ کے قیام سنح کا حوالہ نہیں دیا۔)

**مہاجرین کے مکانات انصار میں قیام و میزبانی:** احادیث اماماں حدیث اور روایاتِ صاحبان سیرت مذکورہ بالا سے بھی یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مہاجرین مکہ وغیرہ کے قیام و سکونت اور میزبانی کے لیے انصار کرام کے اکابر و سادات نے بالعموم بلکہ بلا استثناء قرعہ اندازی کی سنت سے کام لیا تھا۔ قبا کے عارضی قیام و سکونت کے علاوہ مدینہ خاص کے مستقل قیام و توطن کے معاملے میں بھی وہ قرعہ اندازی سے ہر ایک فرد/ خاندان، طبقہ وغیرہ کے لیے قرعہ اندازی سے ہی کام لیتے رہے تھے۔ بعض صحابہ کرام نے قبا کا قیام ترک کیا تو وہ مدینہ منورہ کے کسی سردار کے مہمان بنے اور ان میں سے بعض تازندگی ان ہی کے مہمان رہے۔ ان میں سے دو صحابہ کرام کے بارے میں یہ دلچسپ اطلاع ہے کہ وہ قبا کے میزبان کے گھر سے نکلے تو خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ خزرجیؓ کے مکانات میں رہے جیسے حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ تازندگی جو مختصر سی سال بھر کی مدینہ میں رہی، حضرت ام العلاء انصاریہ کے گھر میں ہی گزار دی اور وہیں ان کی وفات اور اس سے قبل ان کی بیماری اور تیمار داری رہی تھی۔ (بخاری/ فتح الباری، ۱۲/ ۱۹۰-۱۹۱: حدیث ۷۰۰۳: حضرت ام العلاءؓ کی میزبانی حضرت عثمان جمحیؓ کی ہے:

انہم اقتسموا المہاجرین قرعۃ... الخ)

حضرت عثمان کے برادران، قدامہ، عبداللہ وغیرہ اور فرزند سائب بن عثمان جمحیؓ اور دوسرے بنو جمح کے مہاجرین مختلف اکابر و سادات اوس خزرج کے مہمان بنے تھے اور اسی طریقہ قرعہ اندازی سے ان میں سے ہر ایک کے لیے ان کے میزبان و مکان کا انتخاب ہوا تھا۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام اور ابن سعد نے ان کے تمام میزبانوں اور ان کے قیام و طعام اور مدارات کے مکانوں کا تذکرہ وضاحت سے کیا ہے۔ خاندان بنو مظعون کے بارے میں ابن سعد کی ایک روایت واقدی میں ہے کہ تینوں بھائی اور سائب بن عثمان بن مظعونؓ اور ان کے حلیف معمرؓ بن حارث حضرت عبداللہؓ بن مسلمہ عجلانی کے گھر اترے تھے اور دوسری روایت قرعہ کے مطابق حضرت عثمانؓ بن مظعون حضرت ام العلاء کے حصہ میں آئے تھے۔ (ابن سعد: ۳/ ۲۱۳-۲۱۴)

اسی طرح تمام مہاجرین مکہ کے مدینہ منورہ کے دونوں مقامات قبا اور خاص شہر مدینہ کے مختلف مقامات سکونت میں اور ان کے میزبانوں اور ان کے مکانات میں ان کے قیام و مدارات کا ذکر ملتا ہے خاص کر ابن سعد نے تیسری جلد میں اس کا اہتمام خاص کیا ہے۔ بخاری کے دوسرے ابواب و کتب جیسے مناقب الانصار، کتاب التعبیر وغیرہ میں اور مسند احمد بن حنبل میں مہاجرین کے "سکنیٰ" کے لیے انصار کے قرعہ اندازی کا ذکر واضح طور سے ملتا ہے۔ بخاری کے ابواب القرعہ میں: باب القرعة فی المشکلات، باب القرعة بین النساء ...الخ اور کتاب الجنائز میں مذکورہ بالا قرعہ انصار، ان کے علاوہ نسائی میں باب القرعة فی الولد کتاب الطلاق میں ہے اور باب القضاء بالقرعة ابن ماجہ کے باب الاحکام میں باب ماقال بالقرعة اذا تنازعوا فی الولد، ابوداؤد کے ابواب الطلاق میں ہے۔ ان سب سے متعدد معاملات میں قرعہ اندازی کی کارفرمائی کا پتہ چلتا ہے۔

**غلاموں کی آزادی میں قرعہ اندازی:** امام ابن عطیہ اندلسی نے اپنی تفسیر میں قرعہ اندازی کی سنت نبوی کی ایک اور نوعیت کا ذکر کیا ہے۔ وہ ہے متعدد غلاموں میں سے بعض کو آزاد کرنے کا معاملہ۔ ان کے مطابق حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھ غلاموں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو دو کو آزاد کر دیا اور چار کو غلام ہی رہنے دیا: وفی الحدیث ان النبی ﷺ أقرع بین ستة أعبد، فأعتق اثنین، وارق اربعة"۔ حواشی نگاروں نے اس کو حدیث مسلم: ۱۶۶۸ بتایا ہے۔ صحیح مسلم کی کتاب الایمان، باب ثواب العبد و أجره الخ کی حدیث ۱۶۶۸ کا متن مع سند یہ ہے "......عن عمران بن حصین: أن رجلا اعتق ستة مملوکین له عند موته، لم یکن له مال غیرھم، فدعابھم رسول الله ﷺ فجزأھم اثلاثا، ثم أقرع بینھم، فأعتق اثنین وارق اربعة وقال له قولا سدیدا"۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کر دیا اور اس کے خاندان/ ورثہ کے پاس ان غلاموں کے سوا اور کوئی مال نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان غلاموں کو بلایا اور ان کو دو دو کے تین حصوں میں تقسیم کر دیا اور پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور جن کے نام کا قرعہ نکلا ان میں سے دو کو آزاد کر دیا اور باقی چار کو غلام کی حیثیت سے ان کے وارثوں کے حوالے کر دیا۔ اصلاً مال کے مالک نے ثواب و اجر کی خاطر ان کو موت کے وقت آزاد کیا تھا اور نادانی سے اپنے ورثہ کو محروم کر دیا تھا۔ لہٰذا آپ نے عدل و انصاف اور اسلامی قانون وصیت و وراثت کے

مطابق ایک تہائی مال میں اس کے عمل آزادی کو نافذ کیا۔ یہ ایک اہم ترین معاشرتی معاملہ تھا اور اس میں قرعہ اندازی کی سنت نبویؐ نے تعدیل کا کام کیا تھا۔ (تفسیر ابن عطیہ، مسلم مذکورہ بالا، ابواب الاحکام، باب القضاء بالقرعة کی حدیث، ۲۳۴۵ بھی حضرت عمران بن حصینؓ سے ہی مروی ہے۔)

اولاد کے متضاد دعوؤں میں قرعہ: امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الطلاق کے باب من قال بالقرعة اذا تنازعوا فی الولد کی حدیث حضرت زید بن ارقمؓ: ۲۲۶۹ نقل کی ہے جس کا متن ہے: عن زید بن ارقم: کنت جالسا عند النبی ﷺ فجاء رجل من الیمن فقال: ان ثلاثة نفر من اهل الیمن اتوا علیاً یختصمون الیه فی ولد، وقد وقعوا علی امراة فی طهر واحد، فقال لاثنین: طیبا بالولد لهذا فغلبا، ثم قال لاثنین: طیبا بالولد لهذا فغلبا، ثم قال الاثنین: طیبا بالولد لهذا فغلبا فقال: انتم شرکاء متشاکون، انی مقرع بینکم، فمن قرع فله الولد، وعلیه لصاحبیه ثلثا الدیة. فأقرع بینهم فجعله لمن قرع، فضحك رسول الله ﷺ حتی بدت اضراسه اونواجذه، ص ۱۳۹۱۔ ۲۲۷۰ کی حدیث حضرت زید بن ارقم کا متن ذرا مختلف ہے۔ اس میں مفہوم یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے دو سے پوچھا کہ تم دونوں اس بچے کا اقرار کرتے ہو۔ انھوں نے نہیں کہا یہاں تک ان سب سے پوچھا۔ دودو سے پوچھتے تو وہ انکار کرتے تو حضرت علی نے اس بچہ کے لیے قرعہ ڈالا اور جس شخص کے نام اس کا قرعہ نکلا اسے لڑکا دے دیا اور اس کو دیت کی دو تہائی ادا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ سن کر خندہ فرمایا: "فأقرع بینهم وألحق الولد بالذی اصابته، صارت علیه القرعه/ فأقرع بینهم فضمن الذی اصابته القرعة ثلثی الدیة۔ حدیث: ۲۲۷۱ بھی مختصراً اسی طرح ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث: ۲۳۴۸، حضرت زید بن ارقمؓ سے اسی معنی و باب کی مروی ہے۔ (ابوداؤد، اردو ترجمہ ۲۲۶۹۔ ۲۲۷۱ کی احادیث میں متون کا فرق ہے۔ تخریج میں صرف اول حدیث میں نسائی، مسند احمد اور ق کا حوالہ ہے، اسے صحیح بتایا ہے اور باقی کے بارے میں سکوت ہے۔ سنن ابوداؤد، ص ۱۳۹۱، سنن ابن ماجہ، ص ۲۶۱۷؛ مسند احمد بن حنبل، ۴/۳۷۳، فالزم الولد الذی خرجت علیه القرعة۔)

والدین کے درمیان اولاد کی تولیت: حدیث ابوداؤ: ۲۲۴۴ کا بیان ہے کہ حضرت رافعؓ بن سنان نے اسلام قبول کر لیا لیکن ان کی زوجہ نے قبول نہیں کیا۔ پھر دونوں یکے بعد دیگرے خدمت

نبوی میں آئے۔ عورت نے پہلے آکر عرض کیا کہ میری بیٹی ہے اور دودھ چھوڑ چکی ہے اور میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی اور میری بیٹی کو لے جانا چاہتا ہے۔ حضرت رافعؓ نے پھر آکر عرض کیا کہ وہ تو میری دختر ہے۔ آپ نے دونوں مرد و عورت کو دو الگ الگ گوشوں میں بیٹھنے کا حکم دیا اور درمیان میں لڑکی کو بٹھا کر ان دونوں سے اسے پکارنے اور بلانے کو کہا۔ دونوں نے ساتھ ساتھ اسے اپنی طرف بلایا اور لڑکی ماں کی طرف چلی ہی تھی کہ آپ نے اس کی ہدایت کی دعا مانگی اور لڑکی مڑ کر اپنے باپ کی طرف چلی گئی اور انھوں نے اسے لے لیا۔ سنن دارمی اور مسند احمد بن حنبل میں بھی اسی طرح ایک مقدمہ میں طلاق شدہ زوجہ اور اس کے شوہر کے درمیان قرعہ اندازی کے ذریعہ اولاد کی تولیت کا فیصلہ فرمایا تھا۔ وہ مذکورہ بالا بھی ہوسکتا ہے اور دوسرا بھی۔ (ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب اذا اسلم احد الابوین لمن یکون الولد؟ دارمی، سنن، کتاب الطلاق، باب: ۱۶، مسند احمد باب: ۲ حدیث: ۴۴۷ بحوالہ وینسنک: فقال رسول اللہ ﷺ استھما (فیہ)، نیز سنن ابوداؤد مع اردو ترجمہ و تخریج، ۲/ ۳۴۱-۳۴۲ میں صرف مسند کی تخریج ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔)

**اولاد کی تولیت والدین کے دو مقدمات:** حدیث ابوداؤد: ۲۲۷۷ نے دو مختلف زمانوں میں دو عینی شاہدوں کے بیان صدق سے اولاد کی تولیتِ والدین کے دو مقدموں میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کا ایک اہم اور دلچسپ ذکر کیا ہے۔ اول کا تعلق عہد نبویؐ کے بعد خلافت اسلامی کے ایک دور راشدہ سے ہے اور وہ اہل مدینہ کے مولیٰ حضرت ابومیمونہ سُلمی کا بیان شہادت ہے: میں حضرت ابوہریرہؓ کے پاس/مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک فارسی عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کا ایک فرزند بھی تھا۔ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی تھی۔ اس نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا کہ میرا شوہر میرے بیٹے کو لے جانا چاہتا ہے تو حضرت ابوہریرہؓ نے کہا: تم دونوں اس کے بارے میں قرعہ اندازی کرلو اور اس کے لیے اس کا انتظام کیا: ''استھما علیه، و رطن لها بذلك''۔ پھر اس کا شوہر بھی آیا اور اس نے کہا کہ میرے فرزند کے بارے میں کون مجھ سے زیادہ حق جتاتا ہے اور فیصلہ کرتا ہے؟ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: ''میں نے جو کچھ کہا وہ میرا چشم دید مشاہدہ فیصلہ نبوی ہے''۔

حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ میں نے ایک عورت کو سنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی تھی اور میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ عورت نے کہا: یارسول اللہ! میرا شوہر میرے فرزند کو لے جانا

چاہتا ہے اور اس نے مجھے بئر ابی عنبہ سے پانی پلایا اور مجھے نفع پہونچایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں اس لڑکے کے بارے میں قرعہ اندازی کرلو" استھما علیہ" اس کے شوہر نے کہا کہ میرے فرزند کے بارے میں فیصلہ کون کرے گا؟" من یحاقنی فی ولدی؟" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرزند سے فرمایا: یہ تمہارے باپ ہیں اور یہ تمہاری ماں، ان دونوں میں سے جس کا ہاتھ چاہو تھام لو اور اس نے ماں کا ہاتھ تھام لیا اور وہ اس کے ساتھ لے گئی: فقال النبی ﷺ: ھذا ابوك، وھذہ امك فخذ بید ایھما شئت، فاخذ بید امه، فانطلقت به"۔ (ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب من احق بالولد؛ حدیث: ۲۲۷۶ میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو کی ایک خوبصورت حدیث میں ایک عورت کی خدمت وعدالت فریادرسی حسین وبلیغ الفاظ میں نقل کی گئی ہے: یارسول اللہ! ان ابنی ھذا کان بطنی له وعاء، وثدیی له سقاء و حجری له حواء (میرے اس بیٹے کے لیے میرا شکم خانہ محفوظ تھا اور میرے پستان اس کے سیرابی کے لیے سرمایہ اور میری گود اس کی پناہ گاہ)۔ اب اس کا باپ طلاق دینے کے بعد اسے مجھ سے چھین لیا چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب تک تم دوسرا نکاح نہ کرلو تم اس کا زیادہ حق تولیت رکھتی ہو۔)

**اولاد کو ہبہ وعطاء مال وجائداد میں عدل کے لیے قرعہ اندازی:** امام حدیث بخاریؒ نے کتاب الشرکۃ کا ایک باب قائم کیا ہے: "باب ھل یقرع فی القسمة؟ والاستھام فیه" اور اس میں اپنی حدیث: ۲۴۹۳ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی سند سے بیان کی ہے جس میں ایک کشتی اور جہاز کے دو منزلوں/ درجوں کے رہنے والوں کے درمیان قرعہ اندازی کی مثال دی گئی کہ کون بالائی منزل میں رہے گا اور کون زیریں منزل میں۔ اس کا متن دینی معاملات میں آتا ہے اور بقیہ حدیث کا تعلق دوسرے معاملہ سے ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی اس حدیث کا اصل پس منظر اور مقصد یہ ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت بشیرؓ نے ان کی ماں حضرت عمرہؓ بنت رواحہ خزرجی ہمشیرہ حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجیؓ کے اصرار پر ایک باغ حضرت نعمانؓ کو ہبہ کیا اور اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ بنانے کا اصرار کیا۔ آپ نے حضرت بشیرؓ سے سوال کیا کہ اپنے اور فرزندوں/ اولاد کو بھی اتنا مال/ باغ/ ہدیہ دیا ہے۔ ان کا جواب نفی میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں ظلم وغیر انصافی پر گواہ نہیں بن سکتا۔ اس مضمون و واقعہ کی متعدد احادیث بخاری ہیں: ۲۵۸۷۔ ۲۶۵۰۔

شارح عسقلانی نے بہت سی احادیث و روایات اور ان کے اصل مصادر سے اس پر بحث کی ہے اور اضافات وغیرہ کا خاص ذکر کر کے تضادات کو دور کیا ہے۔ زیر بحث مسئلہ وقضیہ یہ ہے کہ کیا حضرت نعمان کے والدین/ والد ماجد نے بالخصوص اپنی اولاد کو برابر برابر کی جائدادیں یا مالی عطیات دیے تھے؟ قرعہ اندازی کے حوالے سے اس کا جواب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے غور وفکر اور بحث ومباحثہ کے بعد اور کافی عرصہ کے لیت ولعل کے نتیجے میں بالآخر اپنی اولاد کے درمیان جائدادوں/ باغوں کی عطایا کے لیے قرعہ اندازی کی اور جس کے نام جو قرعہ میں آراضی/ ہبہ پڑا، وہ اسے اپنی زندگی میں دے دیا۔ (بخاری/ فتح الباری: ۵/۱۶۳-۱۶۴، ۲۶۰-۲۶۶، ۳۱۸ ومابعد: کتاب الشرکہ، کتاب الھبۃ اور کتاب الشہادات کے مباحث شارح۔)

جائداد کے ترکہ میں قرعہ اندازی: ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی حدیث ابوداؤد ہے: ۳۵۸۴ جس کا اردو ترجمہ اور قوسین میں اضافہ حسب ذیل ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس دو مرد اپنی میراث/ ترکہ کے معاملہ میں جھگڑا/ تنازعہ لے کر آئے اور ان دونوں کے پاس کوئی بینہ (شہادت) ان کے دعویٰ کے سوا نہ تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور سابقہ حدیث جیسی بیان کی (حدیث ابوداؤد: ۳۵۸۳: میں صرف انسان ہوں اور تم اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو اور تم میں سے بعض زیادہ چرب زبان۔ الحن۔ ہوتے ہیں اور میں جو سنتا ہوں اس کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں۔ اب اگر میں اس کے حق میں اس کے بھائی کی چیز دے دیتا ہوں تو میں اس کے لیے صرف آگ کا ایک ٹکڑا دیتا ہوں)۔ یہ سن کر دونوں شخص رو پڑے اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہا: میرا حق تمہارے لیے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا: تم اگر ایسا کر رہے ہو تو حق کو سامنے رکھو اور اپنا مال تقسیم کر لو اور اس کے لیے قرعہ اندازی کرو اور ایک دوسرے سے درگذر کرو''۔ اگلی حدیث ابوداؤد: ۳۵۸۵ بھی حضرت ام سلمہؓ سے اسی معنی کی مروی ہے جس میں یہ اضافہ اہم ہے کہ میں بعض معاملاتِ مواریث اور تنازعات سابقہ میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں اور اس میں کوئی وحی نہیں نازل ہوتی۔ لہٰذا تم سب احتیاط برتو اور حق بات کہو۔

(ابوداؤد، کتاب الاقضیۃ، باب قضاء القاضی اذا أخطأ، سنن ابوداؤد، اردو ترجمہ و تحشیہ: ۳/۱۵۴-۱۵۵، میں اول ذکر حدیث ابوداؤد اور ۳۵۸۳ میں بخاری کی متعدد کتب اور ان کے

ابواب کے علاوہ ترمذی، نسائی، مسند احمد وغیرہ کئی کتب اوران کے ابواب کی تخریج کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث: ۳۵۸۴ میں اسے ابوداؤد کی منفرد روایت قرار دیا ہے: تفرد به ابو داؤد مگر صحیح بھی کہا ہے اگرچہ شیخ البانی کے حدیث کے ایک راوی اسامہ بن زید لیثی کے حفظ پر نقد کرتے ہوئے اس کی تصحیح نہ کرنے کا ذکر کیا ہے بحوالہ: الصحیحۃ: ۴۴۵۔ آخری حدیث ابوداؤد: ۳۵۸۵ کو بھی ابوداؤد کی منفرد روایت کہا ہے اگرچہ اسے بھی صحیح کی سند دی ہے۔)

**تجارتی معاملات میں قرعہ اندازی:** حدیث ابن ماجہ: ۲۳۴۶، حضرت ابوہریرہؓ سے اس کتاب و باب میں مروی ہے: ان رجلین تدارءا فی بیع لیس لواحد منھما بینۃ: فأمرھما رسول اللہ ﷺ ان یستھما علی الیمین، أحبا ذلك ام کرھا (ص: ۲۶۱۷) اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک خرید و فروخت کے معاملہ میں دو شخصوں کے درمیان اختلاف ہوا اور ان میں سے کسی کے پاس کوئی شہادت نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو قسم کھانے کے سلسلہ میں قرعہ اندازی کرنے کا حکم دیا خواہ ان دونوں کو وہ پسند آئے یا نہ آئے۔ قانون تجارت و خرید و فروخت یا لین دین وغیرہ کے معاملہ میں فریقین کے لیے یہ ہے کہ دونوں ثبوت/ بینہ پیش کریں۔ مدعی ثبوت دے یا مدعا علیہ قسم کھائے۔ دونوں کے پاس ثبوت و بینہ نہ ہو تو پھر فیصلہ دونوں کے قسم کھانے سے ہوگا۔ اس میں تعدیل اور انصاف کی صورت یہ رکھی گئی کہ دونوں میں سے کون فریق حلف اٹھائے گا۔ ایسے تجارتی معاملات، زرعی واقعات اور لین دین کے مقدمات طرح طرح کے ہوتے رہے تھے اور ان میں شہادت و بینہ اور حلف و یمین سے فیصلے ہوتے رہے تھے۔ ثبوت و بینہ کے فقدان کی صورت میں صرف قسم کھانے/ حلف اٹھانے کی رہ جاتی ہے اور اس میں قرعہ اندازی کی سنت کارفرمائی کر کے فیصلہ تک پہنچاتی تھی۔ ایسے تمام سماجی/ معاشی اور اقتصادی و مالی معاملات کی قسما قسم صورتوں میں قرعہ اندازی کی روایات اور بھی مل سکتی ہیں۔

**کفن کے لیے قرعہ اندازی:** سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی مثلہ شدہ نعش مبارک کے لیے کفن کی چادر، کپڑے، دو کپڑوں وغیرہ کی روایات ملتی ہیں۔ مسند احمد بن حنبل کی حدیث حضرت زبیر بن العوام اسدیؓ: ۱۴۲۱ کا اردو ترجمہ ہے: ”ہم حمزہؓ کی تکفین کے لیے دو کپڑے لائے، ہم نے دیکھا ان کے پہلو

میں ایک انصاری شہید کی مثلہ شدہ نعش پڑی تھی، ہمیں شرم آئی کہ ہم حمزہؓ کو دو کپڑوں میں کفن دیں اور انصاری کو کفن کے لیے ایک کپڑا بھی نہ ملے ہم نے کہا: ایک کپڑا حمزہؓ کے لیے اور ایک انصاری کے لیے ہوگا۔ ہم نے کپڑوں کو ناپا، ان میں سے ایک بڑا اور دوسرا چھوٹا تھا، ہم نے دونوں میں قرعہ ڈالا۔ جس کا قرعہ جس کپڑے کے لیے نکلا ہم نے اسے اس کپڑے کا کفن دیا۔ (حیات طیبہ، مسند احمد بن حنبل کی روشنی میں اردو ترجمہ مولانا ابراہیم فیضی ۳۲۵-۳۲۶۔) حدیث حضرت زبیر بن عوامؓ کے متعلقہ قرعہ کا متن ہے:...... فأقرعنا بينهما فكفنا كل واحد منهما فى الثوب الذى صار له......(حم ا، ۱۶۵/ ونسنک) مسند کی اس روایت پر دوسری روایات واحادیث سے یہ اضافہ کیا جاسکتا ہے کہ بڑا کپڑا حسن اتفاق سے حضرت حمزہؓ کی نعش مبارک کے لیے قرعہ میں نکلا۔ (مسند احمد بن حنبل کی متعدد احادیث میں کفن حمزہؓ کی احادیث کے لیے ملاحظہ ہو کتاب خاکسار: سید الشہداء حمزہؓ، زوار اکیڈمی کراچی، ۲۰۱۹، باب کفن حمزہ۔)

**دینی معاملات میں قرعہ اندازی:** تعدیل اور عدل سماجی ودینی کی غرض سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض خالص دینی اعمال واشغال میں قرعہ اندازی کی سنت کے اجرا کی تجویز رکھی۔ امام ابن عطیہ نے اپنی بحث میں کہ قرعہ سنت ہے بعض ان احادیث نبوی کا ذکر وحوالہ دیا ہے جن سے اذان، صف اول میں جگہ پانے جیسے خالص دینی اعمال میں اجر وثواب کی دولت حاصل کرنے کی ترغیب میں قرعہ اندازی کے امکان وعمل کا ایک حسین پیرایہ اختیار کیا گیا ہے۔ امام اندلسی نے صرف ایک دینی عمل صف اول میں نماز ادا کرنے کی حدیث کا ذکر کیا: ”وقال ﷺ: لويعلمون مافى الصف الاول لاستهموا عليه“۔ حواشی نگاروں نے حضرت ابو ہریرہؓ کی متفق علیہ احادیث بخاری: ۶۱۵، ۶۵۲، ۷۲۱، ۲۶۸۹ اور حدیث مسلم ۴۳۷ سے اس کی تخریج کی۔ موخر الذکر حدیث بخاری: ۲۶۸۹ کا متن ہے: ”لويعلم الناس مافى النداء والصف الاول ثم لم يجدوا الاأن يستهموا عليه، لاستهموا، ولو يعلمون مافى التهجير لاستبقوا اليه، ولو يعلمون مافى العتمة والصبح لأتوهما ولوحبوأ“۔ حافظ عسقلانی نے ان احادیث ابی ھریرہؓ کی شرح کتاب الصلاۃ کے باب الاذان میں کی ہے اور یہاں صرف قرعہ اندازی کے فرمان نبوی کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے قرعہ کی مشروعیت مقصود ہے اور استہام کے معنی اقراع ہیں: ”...... والغرض منه مشروعية القرعة

لان المراد بالاستهام هنا الاقراع ...الخ"۔(بخاری/فتح الباری،۵/۳۶۰-۳۲۶۔یہی حدیث مسلم:۷۴۳ کا متن، کتاب الصلوٰۃ، باب تسویۃ الصفوف......الخ میں ہے۔ان سے مراد یہ ہے کہ اگر لوگوں کا اصرار اور مسابقہ ہو تو قرعہ اندازی کے ذریعہ ہی ان دینی اعمال و اشغال کی ادائیگی کا منصفانہ کام ہو سکتا ہے۔دوسرے مباحث سے زیادہ صرف دینی معاملات اور خالص عبادات میں قرعہ اندازی کی مشروعیت اور سنیت کی جہت پر اصرار نبوی کو اجاگر کرنا مقصود ہے۔)

بخاری کی کتاب الاذان کے باب الاستہام فی الاذان میں باقاعدہ اذان کے بارے میں لوگوں کے اختلاف کی صورت میں قرعہ اندازی کی تصریح کی ہے۔ترجمۃ الباب میں امام موصوف نے لکھا ہے کہ حضرت سعدؓ نے ایسے اختلاف میں قرعہ اندازی کی تھی:"ویذکر ان اقواما اختلفوا فی الاذان فاقرع بینھم سعد"۔شرح حدیث/ترجمہ الباب میں شارح عسقلانی نے واقعہ قرعہ اندازی سعید بن منصور اور بیہقی دونوں کے"طریق عن ھیثم عن عبداللہ بن شیوخہ" بیان کیا ہے کہ قادسیہ میں اذان دینے میں لوگوں نے مسابقت و اختلاف کیا تو تنازعہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے پاس لے گئے اور انھوں نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔یہ منقطع ہے مگر سیف بن عمر نے کتاب الفتوح میں اور طبری نے تاریخ میں حضرت عبداللہ بن شبرمہ کی سندِ حضرت شقیق ابو وائل سے متصل کر کے بیان کیا ہے کہ ہم نے قادسیہ کو ان کے روشن حصہ میں (صدرالنہار) فتح کیا اور پھر بحث و مراجعہ کیا کیونکہ موذن مبتلائے مصیبت ہو گئے تھے اور اس کا ذکر کر کے اضافہ کیا کہ قرعہ ان میں سے ایک شخص کے نام نکلا اور اس نے اذان دی:"فخرجت القرعۃ لرجل منھم فأذن"۔فائدہ میں شارح قادسیہ کی جغرافیائی و تاریخی اہمیت کے بعد اسے خلافت فاروقی کے سنہ ۱۵ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے جب حضرت سعد بن ابی وقاص امیر تھے۔(بخاری/فتح الباری،۲/۱۲۶-۱۲۷:منقطع روایت میں سعید بن ابی وقاص چھپ گیا ہے جو کتابت کی غلطی ہے۔)

**خاتمہ بحث:** قرعہ اندازی دراصل انسانی معاشروں میں ایک سماجی روایت شعور انسانی کے فروغ کے ساتھ تمام زمانوں میں بنتی رہی۔وہ معاملات و مشکلات کے حل کے لیے ایک مفید و اطمینان بخش طریقہ تھا۔نہ صرف فریق بلکہ پورا معاشرہ اس کے فیصلہ کو غیر جانبدارانہ اور صحیح سمجھ کر قبول کرتا تھا۔تاریخ انسانی اور تہذیب بشری سے اس کے آغاز کی صحیح توقیت اگر مشکل ہے تاہم اس کے اجرا و قبول کا

معاملہ مسلم ہے۔ بقول شاہ ولی اللہ دہلویؒ انبیاء کرام اپنے اپنے زمانے میں اور ان کے صاحب ایمان و ایقان اصحاب کرام ہر صالح ومفید چیز کو قبول کر لیتے ۔قرآن مجید کی آیات سورہ آل عمران وصٰفت سے اس کا اثبات و قبول ملتا ہے جو اس کو سنت الانبیاء بھی بنا دینے کا باعث بن جاتا ہے۔ سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس صالح روایتِ تعدیل اور رسم منصفانہ کو حل مشکلات اور تعدیل معاملات کے لیے اختیار فرمایا اور مختلف سماجی، دینی، تہذیبی اور معاشی امور و معاملات میں قرعہ اندازی کر کے اسے سنت ۔سنت متواترہ۔ کا اہم درجہ ومقام دے دیا۔

عام طور سے اسفار وغزوات میں ازواج مطہرات میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کے لیے آپ کی سنت قرعہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ جنگ وجدال کی مہمات اور جان جوکھم بھرے غزوات میں ان میں سے کسی کو ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس کا جواب متعدد احادیث نبوی میں ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوات میں خواتین کو ساتھ لے جانے کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اس کے سب سے بڑے حامی تھے۔ قریب قریب تمام محدثین کبار نے اپنی صحاح و مسانید اور دیگر کتب حدیث میں خواتین کی شرکت جہاد وغزوہ کے ابواب میں ان کا ذکر کر کے جواب شافی دیا ہے۔ ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کی احادیث وروایات سیرت میں صراحت کے ساتھ قرعہ اندازی کرنے کے طریق اور قرعہ فال والی زوجہ مطہرہ کی معیت نبوی اور شرکت غزوہ کا بیان ملتا ہے۔ ان میں سے اول الذکر غزوہ مریسیع / بنی المصطلق شعبان ۶ھ/ ۶۲۸ میں صراحت ملتی ہے۔ احادیث بخاری/مکررات میں بھی اس غزوہ نبوی کے حوالے سے زیادہ ذکر آتا ہے اور وہ متعدد کتب وابواب بخاری میں آیا ہے جیسا کہ متن میں آچکا ہے۔ دوسرا اوضح الفاظ میں قرعہ اندازی کا ذکر وعمل ایک گمنام سفر نبوی کے حوالے سے آتا ہے جب آپ دو ازواج مطہرات کے ساتھ گئے تھے۔ روایات واقدی وابن سعد وغیرہ میں بھی بہرحال غزوہ مریسیع / بنی مطلق ہی کے حوالے سے دو ازواج مطہرات کے قرعہ فال نکلنے کا ذکر صریح ہے۔

غزوہ مریسیع میں حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہؓ دونوں کے نام کا قرعہ نکلنا اماما ن سیرت کی زیادات و اضافات کا معاملہ ہے۔ اس کے اخذ وقبول میں روایت پرست جدید قدیم سیرت نگار بالخصوص معاندین امام واقدی کا انکار وتجریح کا رویہ بالعموم نظر آتا ہے۔ وہ قابل لحاظ نہیں

کہ وہ روایات سیرت اوران کے جامعین ومولفین کی ثقاہت عام اورحدیثی تبحر وامامت سے ناواقف یا مخالف ہیں۔ دوم ماہرین فن سیرت کے اضافات وزیادات کا قبول ومعیار ثقاہت مسلمہ ہے اور وہ سیرت نگاری کے باب میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس کے ساتھ امامان سیرت کی صراحت، زیادت، تعیین وتشخیص کی وجہ سے اس کی متنی اور اندرونی شہادت کی مرتبت مل جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غزوہ مریسیع میں محدثین کرام۔ بخاری، احمد بن حنبل وغیرہ۔ میں عام غزوہ میں قرعہ اندازی کے بیان کے بالمقابل امام ابن اسحاق وواقدی وابن سعد وغیرہ کی تعیین وتشخیص غزوۃ المریسیع نے ان کی روایات و زیادات کو نہ صرف ثقاہت عطا کردی بلکہ عام روایات پر فوقیت بھی دے دی۔ شارحین حدیث بالخصوص حافظ عسقلانی نے ان کی روایات وزیادات ہی کی بنا پر ترجیح وتائید کا طرز عمل اختیار کیا جیسا کہ وہ دوسرے ابواب میں کرتے ہیں۔ اضافہ وزیادت روایات سیرت کا یہ عمل وطریق انوکھا یا خلاف طریق محدثین نہیں ہے اور نہ ہی ان کے مقام ومرتبہ عالی کی جراحت کا عنصر رکھتا ہے۔ خود امامان حدیث بخاری ومسلم وغیرہ ایک دوسرے پر اور خود اپنی مکررات میں بھی زیادت و اضافت سے معلومات ومسائل میں اضافے کرتے ہیں۔ البتہ ان احادیث/ حدیثی روایات میں جن میں یہ صراحت آتی ہے کہ غزوہ مریسیع میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علاوہ اور کسی کا قرعہ نہیں نکلا تھا حزم و اختیار کرنا ضروری ہے اور اس کے سبب روایات سیرت کو مسترد کرنا غلط کیونکہ وہ بیانات ازواج بھی ہوتے ہیں اور رواۃ کے اپنے خیالات بھی۔ اس ضمن میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس بیان و صراحت کو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مرتبہ اُن ہی کو ساتھ لے جانا چاہتے تھے اور ان کا قرعہ نہ نکلتا تو چہرۂ انور پر تکدر کے بادل چھا جاتے حدیث نبویؐ کا حصہ بھی ہے اور حضرت عائشہؓ کی بیکراں چاہت نبوی کا ثبوت بھی، جو دوسری احادیث نبوی سے ثابت ہے۔ اسی سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعدیل، سماجی انصاف، خانگی رواداری اور دینی عدالت کا پتہ چلتا ہے کہ چاہت کے خلاف منصفانہ اور صحیح عمل کیا۔ اور یہ بھی قرعہ اندازی کا کمال اور نبوی تعدیل کا عروج نظر آتا ہے کہ بیشتر اسفار وغزوات میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قرعہ فال نہیں نکلا۔ جس عظیم زوجہ مطہرہ کو یہ خیر کثیر ملا وہ حضرت ام سلمہؓ تھیں اور وہ غزوات مریسیع، حدیبیہ، عمرۃ القضاء اور تبوک وغیرہ میں بلا شرکت غیرے یا کسی ایک دیگر زوجہ مطہرہ کے ساتھ غزوہ میں شرکت اور معیت نبوی کی حق دار بنی تھیں۔ حضرت حفصہؓ حضرت عائشہؓ کے

ساتھ ایک گمنام غزوہ/سفر میں شریک سعادت تھیں اور دیگر ازواج مطہرات کو صرف ان تمام غزوات و اسفار میں معیت نبوی کی سعادت ملی تھی جس میں قرعہ کی نیم کش جراحت شامل نہ تھی۔

متعدد غزوات و مہمات میں قرعہ اندازی کا واضح ذکر نہیں ملتا لیکن ازواج مطہرات میں سے کسی نہ کسی کے ساتھ جانے کا ذکر ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی معیت نبوی اور شرکت غزوہ/سفر قرعہ اندازی کی سنت نبوی کی وجہ سے ممکن ہوسکتی تھی لہٰذا وہ مضمر ہی نہیں معلوم حقیقت ہے۔ احادیث نبوی اور روایات سیرت کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد قرعہ اندازی کے صریح ذکر والی روایات سے کہیں زیادہ ہے۔ اماماں حدیث و سیرت نے اسفار و غزوات میں ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کی سنت متواترہ کی واقعیت کی بنا پر اس کا ذکر و حوالہ ضروری نہیں سمجھا۔ سیرت و تاریخ ہی میں نہیں دین و شریعت میں بھی ایسی مسلمات کی کارفرمائی تاریخی حقیقت اور دینی شریعت رہی ہے۔ قرعہ اندازی کی سنت نبوی اور طریقت اسلامی کے اختیار کرنے کا ذکر صحابہ کرام کے معاملات میں سے متعدد میں ملتا ہے مگر غزوات و اسفار میں اپنی ازواج مطہرات کو ساتھ لے جانے کے معاملہ میں نہیں ملتا تھا، اور اکابر مہاجرین و انصار کے اپنی ازواج کو ساتھ لے جانے کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا حالانکہ متعدد غزوات میں خواتین کی شرکت رہی تھی اور ان میں سے بیشتر شادی شدہ تھیں اور متعدد کے شوہر بھی ان کے ہم شریکِ سعادت تھے۔

سماجی معاملات میں صحابہ کرام کے قرعہ اندازی کا قدیم عرب اور اسلامی طریقہ اختیار کرنے کا ذکر مہاجرین مکہ وغیرہ کے لیے مدینہ منورہ کے انصار کرام کے مکانات و مساکن انصار میں قیام و سکونت کی خاطر روایات واقدی و ابن سعد اور حدیث بخاری: ۲۶۸۷ بہت اہم ہیں۔ اگرچہ وہ صرف ایک خاص مہاجر مکی کے حوالہ سے ہیں۔ حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ کے قیام و سکونت اور میزبانی کے قرعہ اندازی میں ''آل ام العلاء انصاریہ'' کے گھر میں اور خاص حضرت ام العلاء کے مسکن/بیت میں سال بھر قیام رہا اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوسرے مہاجرین مکہ کے قیام و میزبان کے لیے بھی اور خاص کر خاندان بنو مظعون یعنی حضرت عثمان بن مظعون جمحیؓ کے برادرانِ گرامی اور ان کے دوسرے اعزہ و اقارب کے لیے بھی اسی طرح قرعہ اندازی کی گئی تھی۔ متعدد احادیث بخاری، مسند احمد وغیرہ میں انصار کرام کے مقدم نبوی و صحابہ کرام کے باب میں مہاجرین کے لیے قرعہ اندازی کا واضح

بیان ملتا ہے جس کا تجزیہ ایک الگ مقالہ میں کیا جاچکا ہے۔ شرح حافظ عسقلانی میں اور تو بہت سی بحث ہے مگر اس نکتہ پر بھی کچھ شرح و مباحثہ نہیں ہے۔ بہرحال ان احادیث بخاری سے واضح ہوتا ہے کہ بنو مظعون اور ان کے دوسرے ساتھ مہاجرین کے قیام کا انتظام اکابر و سادات انصار نے قرعہ اندازی کے ذریعہ کیا تھا اور وہ متفرق مکانات میں رکھے گئے تھے۔ اماماں سیرت کی روایات کو تقدم زمانی حاصل ہے اور دونوں استاذ و شاگرد کے اتفاق و تائید سے ان کی ثقاہت کی مرتبت بڑھ جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ ان کی روایات کی اسناد میں امام کی سند کا اوپر اتفاق ملتا ہے اور متن میں تو اتفاق و اتحاد کلی ملتا ہے۔ اس سے زیادہ قابل توجہ اور لائق غور یہ امر ہے کہ امام واقدی کی روایات و احادیث امام حدیث بخاری کی پیشرو، بنیادی اور اصلی ماخذ ہیں جس طرح دوسرے اماماں سیرت و تاریخ جیسے ابن اسحاق و ابن ہشام وغیرہ کی روایات و احادیث ہیں اور امام حدیث نے ان سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ ان سے متعدد معاملات و واقعات سیرت میں اتفاق کر کے ان کی متعدد احادیث نبوی کو اپنی صحیح وغیرہ میں متفقہ و مرفوع اور متصل بنایا جیسا کہ شاہ ولی اللہ کی تحقیق ہے۔

غلاموں کی قرعہ اندازی کی طریقت تعدیل سے آزاد کرنے اور غلام بنائے رکھنے کے ایک واقعہ میں دینی اور سماجی جہات کے علاوہ دوسری بھی ہیں۔ بوقتِ وفات ایک مسلم و مومن اور صاحب مال شخص کو اپنے وارثوں کو محروم کرنے کا حق اسلامی دین و شریعت میں نہیں ہے اور وہ صرف ایک تہائی مال میں وصیت کر سکتا ہے یا اپنے اخروی اجر و ثواب کی خاطر خرچ کر سکتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرعہ اندازی کر کے چھ میں سے دو کو آزاد اور چار کو بطور غلام وارثین کو ترکہ میں دے کر دینی و شرعی مقاصد و مصالح کو پورا کیا اور اصول منصفانہ بنا دیا۔ غلاموں کی بے محابا آزادی اور حریت آدم اور آزادی انسان کے متوالوں اور نعرہ سازوں کے لیے یہ اقدام نبوی غلامی کے فرسودہ اور انسانیت کش رواج اور قدیم غیر انسانی روایت کی پاسداری نظر آئے گا مگر وہ سماجی عدل و انصاف اور خالص دینی اجر و ثواب کے حصول کے اصل متوازن پہلوؤں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ فراست نبوی اور عدالت محمدی نے غلاموں کے ساتھ ساتھ بے مال و منال بلکہ فقیر و مسکین وارثین کے لیے مالی و معاشی تحفظ کا قابل قدر اقدام فرمایا تھا اور خود غلاموں کو بھی ویسا ہی تحفظ عطا فرمایا اور مالک غلامان کے لیے اجر و ثواب اخروی کا دوہرا انتظام کیا: ایک تو غلاموں کی آزادی کا اور دوسرا ضرورت مند محتاج وارثوں کو نان و نفقہ فراہم

کرنے کا۔ یہ ہمہ جہت اقدام صالح تھا۔ اولاد کی تولیت بالخصوص طلاق زوجہ کے بعد ایک کے قبول اسلام یا ہجرت کی وجہ سے ایک اہم سماجی مسئلہ تھا اور جس کا حل آپ نے اصولی طور سے بھی نکالا کہ ان کی تولیت ماں، خالہ خالو کے سپرد کی کہ وہ قریب ترین مشفق ہستیاں ہیں۔ یا قرعہ کے ذریعہ ان میں بھی دینی رعایت کے ساتھ محبت وقرابت کی بھی رعایت رکھی۔ اولاد کو زندگی ہی میں اموال کے ہبہ کرنے میں بھی عدل کے ساتھ اس کا طریقہ بھی بتایا گیا۔ وراثت/ میراث وترکہ کے معاملات میں بھی قرعہ اندازی کے ذریعہ عدل سماجی کیا گیا اور ان سب میں نبوی فیصلوں کے ساتھ عہد نبوی میں صحابہ کرام میں سے بعض کے دوسرے مقامات ومراکز انتظام کے حوالے سے بعض مقدمات کا اہم تر ذکر ملتا ہے اور ان سے زیادہ عہد نبوی کے بعد خلافت کے ادوار خاص کر خلافت اموی میں اس کا نفاذ سنت کے تواتر کو ظاہر کرتا ہے۔ مالی، تجارتی معاملہ غالباً اس کی مانند خالص لین دین، تجارت کے بعض معاملات میں قرعہ اندازی کے ذریعہ ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریق میں سے کسی کے پاس ثبوت یا بینہ نہ ہونے کا فیصلہ فرمایا اور دونوں میں حلف/ یمین کے باب میں قرعہ اندازی سے تعدیل کی۔ ایسے مالی اور اقتصادی معاملات اور بھی ہو سکتے تھے اور رہے تھے مگر ان کی روایات تحقیق طلب ہیں۔

قرعہ اندازی کی سنت نبوی نے خالص دینی معاملات میں بھی اپنی افادیت اور عدالت ثابت کی اور ان کے امکانات کو روشن تر کیا۔ متعدد دوسری احادیث وروایات سیرت میں قرعہ اندازی کے مقاصد و مصالح بیان کر کے حکمت شرعی وعدل معاشرتی بلکہ زندگی بخش اور حیات آفریں نکات دیے۔ حدیث بخاری میں ایک کشتی اور جہاز کے دو منزلہ مسافروں کے لیے قرعہ اندازی اور بالائی منزل سے پینے کے پانی لانے کے تردد کی بجائے اپنی کشتی میں سوراخ کر کے سمندر سے پانی حاصل کرنے کے ہلاکت آفریں طریق سے افراد وطبقات اور معاشرت انسانی کو باہمی تعاون اور خیر کل اور ہمہ گیر یک جہتی کا درس دیا۔ قرعہ اندازی کے مختلف طریقوں سے حالات وضروریات کے تحت مناسب ومفید طریق اختیار کرنے کا رہنما اصول بتایا اور مختلف انفرادی، خانگی اور سماجی معاملات میں تعدیل وتوازن اور انصاف کا طریقہ سکھایا۔ چند روایات مذکورہ سے یہ سمجھنا کہ وہ صرف ان ہی میادین سیرت تک محدود تھا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہماری تحقیقات سیرت ادھوری ہیں اور سیرت نبوی کی جہات بیکراں ہیں کہ رحمۃ للعالمین کے مقام و منصب اور کار فرمائی اور کارگزاری کا احاطہ تو صرف اللہ رب العالمین ہی کر سکتا ہے جو اصل مشکل کشا ہے۔

# اکسیر اعظم

## ایک فقید المثال معالجاتی انسائیکلو پیڈیا

☆حکیم خورشید احمد شفقت اعظمی

طبّی دنیا میں حکیم محمد اعظم خاں (۱۹۰۲-۱۸۱۳ء) کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جس طرح حکیم سید اسمٰعیل جرجانی نے صدیوں کے جمود کو توڑتے ہوئے الحاوی اور القانون فی الطب کے ٹکر کی کتاب ذخیرہ خوارزم شاہی ۱۰ جلدوں میں لکھ کر فارسی کے طبّی ادب میں گرانقدر اضافہ کیا اسی طرح ہندوستان میں حکیم محمد اعظم خاں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ ان کی اہمیت کسی عربی یا فارسی طبّی کتاب سے کم نہیں۔ علم طب کی کسی بھی شاخ میں ان سے زیادہ وقیع کارنامہ بالخصوص فارسی زبان میں، کسی دوسرے مصنف کا نہیں ہے۔ حکیم سید ظل الرحمن نے بجا طور پر لکھا ہے:

> "طب میں محمد بن زکریا رازی کی الحاوی، ابن سینا کے القانون فی الطب اور سید اسمٰعیل جرجانی کی ذخیرہ خوارزم شاہی سے اگر کوئی ہندوستانی مصنف آنکھیں ملا سکتا ہے تو وہ حکیم محمد اعظم خاں کی فاضلانہ شخصیت ہے۔" (۱)

حکیم محمد اعظم خاں کے کارناموں کو دیکھتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار بے محل نہ ہوگا کہ مورخین نے ان کی شخصیت اور کارناموں کی طرف وہ توجہ نہیں دی جس کے وہ مستحق تھے۔ صرف نجم الغنی خاں نے خزائن الادویہ اور حکیم سید ظل الرحمن نے آئینۂ تاریخ طب میں تحقیقی مواد پیش کیا ہے، جسے وسعت دینے اور ان کے فنی محاسن کو اجاگر کرنے کی بہر حال ضرورت اور وقت کا تقاضا ہے۔

حکیم اعظم خاں کے اجداد خراسانی الاصل تھے جو سیستان سے کابل پہنچے تھے۔ حکیم صاحب

---

☆سابق ڈپٹی ڈائریکٹر سی سی، آر، یو، ایم، دلکشا، این-۴۹، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵۔

کی ولادت ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۳ء میں رام پور میں ہوئی۔ ابتدائی اور ثانوی درسی تعلیم مولوی عبدالرحیم خاں اور مفتی شرف الدین رام پوری سے حاصل کی اور طبّی تعلیم وہاں کے فاضل طبیب حاذق حکیم نور سے۔

رام پور جو اُس وقت علم وفن کا گہوارہ تھا، اپنی تمام تر شاہانہ سرپرستیوں کے باوصف حکیم اعظم خاں کوراس نہ آیا، فرماں روائے وقت کی سرد مہری اور عدم التفات کے نتیجے میں سرزمین رام پور کو خیر باد کہہ کے بھوپال کا رخ کیا، جہاں قدسیہ بیگم کی فرماں روائی میں بھرپور پذیرائی ہوئی لیکن وابستگی محمد جہانگیر خاں کی سرکار سے ہوئی، اس وقت ان کی عمر ۲۲ سال تھی۔ دو برس بعد جب قدسیہ بیگم کی معزولی کے بعد نواب محمد جہانگیر خاں کے ہاتھ میں اقتدار آیا تو ان کے اعزازات میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ حشم خدم اور مالی منفعت کے ساتھ اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے۔ ان کی حذاقت کے چرچے عوام وخواص میں یکساں طور پر ہونے لگے۔

**سبب تالیف:** حکیم اعظم خاں نے تالیفی محرکات بیان کرتے ہوئے اپنی ولدیت اور وطن کا تذکرہ مربوط انداز میں کیا ہے۔ اس کے بعد حصول تعلیم بشمول طبّی تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے طب کو شریف فن بتایا ہے کیونکہ اس کا موضوع بدن انسان ہے۔ فاضلانہ مقدمہ سے علوم متداولہ کے حصول کے بعد طبّی تعلیم کی تکمیل نیز ان کے وسیع وعمیق مطالعہ اور مجربات مطب پر بھرپور روشنی پڑتی ہے:

> ”امابعد حمد ایزد پاک وصلوٰۃ صاحب لولاک میگوید بندۂ خاطی سراپا عصیان و راجی بغفران خداوند رحمان محمد اعظم خان مخاطب بناظم جہان خلف ملک الحکما حکیم شاہ اعظم خان ابن محمد رضی خان ابن محمد اسمٰعیل خاں خراسانی الاصل متوطن بلدہ مصطفیٰ آباد عرف رام پور کہ درحقیقت آرام پوراست بل اسلام پور دسما اللہ عن الفسادات الشرور کہ چوں فقیر بعد اکتساب علوم متداولہ وفراغ از مطب عمری در مطالعۂ کتب طب کہ علمی ست شریف وفنی ست منیف و برکمال شرافت او ایں برہان ست کہ موضوع او بدن انسان ست و مدتی درحصول تجارب عجیبہ درحصول مجربات غریبہ بسر برد اکثر کتب نادرۂ ایں فن............“(۲)

حکیم صاحب کو اجین میں بھی سرفراز کیا گیا، جہاں بیجا بائی نے داروغہ لطف علی خاں کی وساطت سے طبیب خاص کے عہدے کی پیشکش کی، یہی نہیں بلکہ دیوان اور فوجداری کے حاکم کی

حیثیت سے بھی ان کی خدمات حاصل کی گئیں جس سے طب کے علاوہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی ان کی فراست ولیاقت کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

۱۸۸۴ء میں اندور میں مہاراجہ تکوجی راؤ ہولکر کے نہ صرف طبیب خاص مقرر ہوئے بلکہ صدر کورٹ کے جج، آگے چل کر مہتمم اپیل اور چیف سکریٹری ریاست (میر منشی) جیسے اعلیٰ مناصب تک رسائی ہوئی۔ مہاراجہ نے وہیں پر ایک قطعہ آراضی بھی عطا کی تھی۔ اندور میں ان کی حذاقت کا سکہ عوام وخواص کے دلوں پر جم چکا تھا، نتیجۃً کار انہیں مسیح مالوہ کے خطاب سے نوازا گیا۔

اندور میں حکیم صاحب تادم آخر بڑی شان سے مقیم رہے۔ صاحب نزہۃ الخواطر کے مطابق:

"ثم دخل اندور و تقرب الی تکوجی رائو هلکر امیر ملك الناحیه و ولی خدمات جلیله بها ولم یخرج من اندور مدة حیاة"۔(۳)

طبّی حذاقت اور مسیحائی کے گواہ تو خود ان کے معالجاتی کارنامے ہیں جنہیں ان کی تصانیف میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، جنہیں پڑھ کر قاری یہ کہنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ "ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما"۔

معالجاتی مصروفیات کے علی الرغم انہوں نے علم و تحقیق، تصنیف وتالیف کے میدان میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے، کسی بھی صاحب نظر کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے کے لیے کافی ہیں بالخصوص اکسیر اعظم اور محیط اعظم جو چار چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ انہوں نے جو مہتم بالشان کارنامہ انجام دیا، بڑی بڑی اکیڈمیاں بھی انہیں انجام دینے سے قاصر ہیں۔ انہوں نے عنفوان شباب میں تصنیف وتالیف کو اپنا مشن بنالیا تھا اور بلا شبہ اس کی تکمیل میں اپنی پوری عمر کھپادی۔ بقول حکیم سید ظل الرحمن:

"حکیم اعظم خاں نے طب کی جو عظیم الشان علمی و تصنیفی خدمت انجام دی اوران کی تصانیف نے جو قبولیت اور امتیاز حاصل کیا وہ ہندوستان کے کم مصنفین کے حصے میں آیا۔ متاخرین اطباء میں ان سے زیادہ وسیع مطالعہ کوئی صاحب قلم طبیب نہیں گزرا ہے۔"(۴)

حکیم سید محمد حسان نگرامی نے بجا طور پر لکھا ہے:

"آپ کی تصانیف کی ضخامت اور جامعیت کے مقابلے میں سیکڑوں تصانیف ہیچ نظر آتی ہیں۔"(۵)

حکیم اعظم خاں کے بھانجے نجم الغنی خاں خزائن الادویہ جلد اول میں رقم طراز ہیں:

"حکیم صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ اکسیر اعظم کو تیس برس میں اور محیط اعظم کو اٹھارہ سال کے عرصہ میں تالیف کیا اور کبھی کبھی شب کو لکھنے کی مصروفیت میں ایسا ہوجاتا کہ سونے کو اٹھتے تو سحر کی اذان سنائی دیتی اور مرغ بول اٹھتے۔ بعض وقت گھبرا جاتے تو دل میں آتا کہ مسودہ جلا ڈالوں، ناحق اپنی جان پر اتنی دقت لی ہے۔ مگر کچھ سوچ کر پھر خاموش ہوجاتے تھے۔"(۶)

اقبال احمد قاسمی رقم طراز ہیں:

"(اکسیر اعظم) چار جلدوں پر مشتمل کتاب ہے، جس کا انتساب مہاراجہ تکوجی راؤ ہولکر کے نام ہے، مہاراجہ نے یہ کتاب ایڈورڈ ہفتم کو جب وہ اندور تشریف لائے تو بطور تحفہ پیش کی، اسے ایڈورڈ ہفتم نے بہت پسند کیا اور قدر کی نگاہ سے دیکھا، اُس کا انگریزی ترجمہ بھی ہوا ہے۔"(۷)

موخرالذکر بیان دیگر مورخین کا بھی ہے، لیکن کسی نے یہ شہادت نہیں دی ہے کہ انہوں نے اسے دیکھا ہے۔

ایسا نہیں کہ حکیم اعظم خاں نے دیگر متعلقہ طبّی موضوعات سے صرف نظر کیا، بلکہ ان کا مطمح نظر یہ تھا کہ کلیاتی مباحث ہی نہیں بلکہ مفردات و مرکبات کو بھی الگ کرکے انہیں اختصاص کا درجہ دے دیا جائے، غالباً اس لیے کہ جملہ مباحث کو بیک وقت دیکھ کر مبتدی مبادا گھبرا کر میدان طبابت سے راہ فرار نہ اختیار کرلے، طب سے ذہنی مناسبت کے بعد وہ خود ہی دیگر موضوعات میں دلچسپی لینے لگے گا۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حکیم اعظم خاں نے ایک نئے طرز تالیف کی طرح ڈالی۔

صاحبِ نزہۃ الخواطر نے حکیم اعظم خاں کو شیخ فاضل کے نام سے یاد کیا ہے اور فائق علمائے طب میں شمار کیا ہے:

"الشیخ الفاضل الحکیم محمد اعظم بن شاہ اعظم بن محمد

رضی بن اسمٰعیل السیستانی ثم الرام پوری، احد العلما المبرزین فی صناعة الطبیه۔"(۸)

آگے چل کر فاضل کبیر، وسیع النظر، متین الدیانت اور رفیع المنزلت جیسے خطابات سے نوازتے ہوئے کثیر التصانیف حکیم بھی قرار دیا ہے:

"و کان فاضلاً کبیراً واسع النظر، متین الدیانة، رفیع المنزلة عند الامراء، له مصنفات کثیرة فی الطب، منها "اکسیر اعظم" فی اربعة مجلدات کبار فی المعالجات، "رموز اعظم" فی مجلدین فی المعالجات، "محیط اعظم" فی المفردات الادویة، "قرابادین اعظم" فی مرکباتها، و نیر اعظم فی دلائل النبض، و رکن اعظم فی معرفة البحرانات بالفارسی"۔(۹)

حکیم سید ظل الرحمٰن نے ایک اور کتاب اسماء الادویہ کی تحقیق کی ہے جو غیر مطبوع ہے۔ اس طرح اعظم خاں کی تصانیف کی درج ذیل فہرست مرتب کی جاسکتی ہے:

اکسیر اعظم اور محیط اعظم، قرابادین اعظم: جس کا اردو ترجمہ مصنف کی حیات میں شائع ہوگیا تھا۔ رموز اعظم (دردو جلد): معالجات میں طبی دائرۃ المعارف اکسیر اعظم لکھنے کے بعد ایک مختصر کتاب لکھنے کا داعیہ ان کے دل میں پیدا ہوا، تاکہ مصروف اطبا اس سے بوقت ضرورت بلا توقف استفادہ کرسکیں۔ یعنی نہ صرف فنِّ طب بلکہ حاملین فن کے لئے بھی ان کے دل میں بڑا درد تھا۔

نیر اعظم نبض کے بیان میں۔

اسماء الادویہ (غیر مطبوع)۔

ذیل میں اکسیر اعظم کی جملہ چار جلدوں کی فہرست مع مختصر تبصرہ و تعارف پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کے مفصل تعارف و تبصرہ کے لئے دفتر کا دفتر ناکافی ہوگا۔

**اکسیر اعظم جلد اول:** ۵۳۸ صفحات پر مشتمل اس جلد میں امراضِ راس، امراض عصب، امراض عین، امراض اذن اور امراض انف کا احاطہ کیا گیا ہے۔ طبع سوم (۱۹۰۶ء) مطبوعہ مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ

ہمارے سامنے ہے۔

مصنف نے امراض کا سلسلہ شروع کرنے سے پیشتر دیباچہ میں سبب تالیف پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ چونکہ اب عربی کا چلن کم ہو رہا ہے اور بیشتر کتابیں سہو کتابت کا شکار ہیں، لہٰذا ایک مستند فارسی علم العلاج کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔ اس خلا کو پُر کرنے کی جانب یہ ایک اہم قدم ہے۔

ص ۴ سے التماس بخدمت ناظرین کے زیر عنوان اس کی غرض و غایت پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کتابوں، مصنّفین اور ماہر اطباء کی ایک طویل اور معلومات آفریں فہرست پیش کی گئی ہے، جن کے اقوال و مجربات سے اس کتاب میں استفادہ کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''اکنوں نام کتب معتبرہ کہ خلاصۂ مطالب و اقوال مصنفین آنہا، اسمای حکمای متقدمین کہ مقولات و مجربات آنہا دریں نسخہ، مندرج بودہ بعضی ازان برای اطلاع ناظرین بقلم می آیند'' (۱۰)

اس فہرست میں نہ صرف اساطین طب، متقدمین، متوسطین اور متاخرین کے علاوہ ایران و ہند کے مابعد اطبا و کتب کا احاطہ کیا گیا ہے بلکہ اپنے دور کے اطبا کو بھی فراموش نہیں کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حکیم محمد اعظم خاں مجوسی، زکریا رازی، شیخ الرئیس بوعلی سینا اور اسمٰعیل جرجانی پر بھی گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ کیونکہ اس میں نہ صرف اطبائے قدیم بلکہ اپنے دور کے اطبا حتیٰ کہ ذاتی تجربات کو بھی سمونے کی سعیٔ بلیغ کی گئی ہے۔ یہ عظیم کارنامہ ایک انجمن کے شایانِ شان تھا جسے فردِ واحد نے انجام دیا۔ ذالك فضل الله يو تيه من يشاء۔ ان کے وسعت مطالعہ پر حیرت ہوتی ہے۔ لعل و گہر کی دستیابی کے لیے کتنے بحر زخار کی غواصی کرنی پڑی ہوگی اور سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ اطبا یا کتابوں کے حوالے حسن ترتیب کے ساتھ واضح طور پر دیے گئے ہیں یعنی رازی کی روایت کو وسعت دیتے ہوئے اپنے دور تک کے اطبا و کتب کے نام ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیے، جس سے کتاب کے معیار میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ فہرست درج ذیل ہے:

موجز قرشی اور اس کی شرحیں سویدی، نفیسی، اقسرائی، شرح فضل اللہ تبریزی طبیب امیر تیمور، شرح والد ماجد ہے، اسباب و علامات سمرقندی اور اس کی شرحیں مثلاً شرح نفیس کرمانی، شرح حکیم عابد

سرہندی نیز اس کی شرح کے حواشی یعنی فوائد شریفیہ مصنفہ حکم شریف خاں حاشیۂ میر ہاشم تلمیذ حکیم علی گیلانی، حاشیۂ حکیم احمد اللہ خاں، جامع الصناعہ حکیم کاظم علی خاں محمد شاہی، کامل الصناعہ علی بن عباس مجوسی، مأتہ مسیحی ابوسہل مسیحی ۔قانون شیخ بوعلی سینا اور اس کی بعض شرحیں مثلاً شرح قرشی، علامہ سدیدالدین گاذرونی، خجندی، علی گیلانی، اسحاق اللہ خاں، ذخیرہ خوارزم شاہی سید اسمٰعیل جرجانی، اغراض الطب، خف اعلائی، زبدۃ الطب، نہایۃ الغرض محمود، فردوس الحکمۃ علی بن ربن طبری، تیسیر ابن زہر، مقالات ابن ماسویہ، جواہر فارابی، جواہر طالیس ارسطاطالیس، معالجات کندی، معالجات باقر حسینی وموسوی، معالجات بختیشوع، دیوان مغرب حکیم تاج الدین بلغاری، فصول ثابت ابن قرہ، اصول التراکیب خجندی، معالجات صیدنہ، میزان الطبائع، اسرار الاطبا وجوہر نفیس ملا، ابیذ یمیا خلیفۂ بقراط، معالجات ایلاقی اور اس کی شرح از علامۂ سمانی، حاوی صغیر محمد ابن الیاس، حاوی کبیر، من لایحضرہ الطبیب، برءالساعہ، شامل الادویہ، مقالات و کناش فاخر جملہ تصانیف محمد زکریا رازی، ترویح الارواح خجندی، معالجات بقراطیہ طبری، شفاء الاسقام خضر بن علی، معنی سعید بن ہبۃ اللہ وابن تلمیذ، غنیٰ منیٰ ابن نوح قمری، نزہۃ البہجۃ، تذکرہ مجسطی، دررغرر (چاروں تصانیف) از داؤدانطاکی، تذکرہ سعیدی، منہاج البیان ابن جزلہ اور اس کی تقویم الابدان، منہاج الدکان، فصول بقراط اور اس کی بعض شرحیں مثلاً تلخیص جالینوس، شرح قرشی، ابن ابی صادق، امام عبداللطیف، مولانا عبدالرحیم، ابیذیمیای بقراط اور اس کی شرح از جالینوس، جوامع اسکندرانین جالینوس، میامر، نبض الکبیر، اسرار الانسان اور اس کی حیلۃ البرء مفتاح وعین الخلیل فاضل ابوالفرح، کتاب ادویۂ قلبیہ شیخ الرئیس اور اس کی ارجوزہ، مختار ابن ہبل، جامع ابن بیطار، جامع بغدادی، مقالات حنین شمس الدر، زمرد اخضر عبدالعزیز، زاد العماد، خلاصۃ العلاج میر عوض علی، خلاصۃ التجارب بہاء الدولہ، دستور العلاج، طب ملوکی، مجربات حکیم علی، رسالہ مجربات سلطان محمد مراد، مصطفوی، قوانین العلاج حکیم کبیر علی خاں، ریاض العلاج حکیم اجمل خان، دستور العمل حکیم اکمل خان ودستور العمل معالجات حکیم اکمل خان، ریاض العمل ومعتبر حکیم ابوالبرکات، ریاض الفوائد وعشرۂ کاملہ حکیم علوی خان، لب لباب حکیم صدر الدین خان شاہجہان آبادی، معالجات حکیم ساجد خان شارح زلیخا وانوار قاسمی سعید نور علی اکبرآبادی، انوار العلاج سید نور اللہ تلمیذ حکیم علوی خان، انتخاب العلاج حکیم ذکاء اللہ خان، معالجات افضلیہ حکیم محمد افضل خان شاہجہان آبادی، معالجات

حکیم عمادالدین شیرازی، طب رضائی حکیم محمد رضا اکبرآبادی، شفاء الجمیل حکیم شفائی خان، طب ثنائی حکیم ثناء اللہ ساکن بریلی شاگرد حکیم علوی خان جو حکیم شہباز خان کے استاد اور مولف کے والد ماجد کے استاد الاساتذہ تھے۔ نافع الامراض، خزانۃ العلاج، ریاض العمل جدید (تینوں) حکیم بایزید کی تالیفات ہیں۔ کفایہ منصوری، حکیم ارزانی کی پانچوں تصانیف، زادغریب و مطب میر حسن تلمیذ حکیم علوی خان، مطب حکیم ابوالقاسم، اقتباس العلاج، معمولات حکیم مرزا علی شریف، جمع الجوامع حکیم علوی خان، مجمع الجوامع محمد حسین خان، اکثر قرابادینیات مثلاً قرابادین سمرقندی، قلانسی، شاہی، علوی خانی، قرابادین قدیم و جدید و کبیر، شفائی، جلالی، معصومی، کوتوالی، تحفۂ قادری، نقش بندی واسدی، مجموعۂ بقائی و ذکائی، قرابادین اجمل خان، علاج الامراض، عجالۂ نافع، قرابادین حکیم مہدی و حسن الشفا، حکیم غلام امام کے معمولات اور ان کی مفتاح المجربات۔

بعض ہندوستانی طبّی کتابیں مثلاً داراشکوہی، تکملۂ ہندی، دستور الاطباء معروف بہ طب فرشتہ، مجربات اکبری، علاج الغربا، معالجات نبوی، مفردات ہندی، طب سکندری، طب حفیظی، منافع کریمی، خیر التجارب وغیرہ۔

اقوال متقدمین مثلاً ابن ماسویہ، ابن صہار بخت، ابن سیار، ابن سرابیون، اسحق، ابن حنین، ساہر، ثابت ابن قرہ، ابن زہر، ابن ماسہ، ابوالبرکات، ابن جمیع، ابن وافد، ابن رضوان، غافقی، مالقی، تفلیسی، سفیان، مہندس، تیاذوق، ملکی، اسحاق، ابن عمران، جیش، ابن سفیان، ابن رشد، ابن رمیلی، شریف، اقناع، سعید ابن ابراہیم، ابن صوری، بختیشوع، جابر بن جنان، جبریل، اسرائیلی، حوز ابن ماجہ، ابن سمجون، ابن بطلان، ابوجریح، ابواشعث، ابن جرار، کندی، ابونصر، ابن عبدوس، ابوریحان البیرونی، ابن الکتابی، ابن رقیہ، ابن مسکویہ، ابن ادریس، ابوالخیر، ابوالفتوح، ابن فہدون، مداینی، احمد، اسکندر، افرودیسی، لجلاج، دیلمی، موسیٰ بن میمون، ہبۃ اللہ، یحییٰ، بختابن سعید، اسقف، ہرمس، سقراط، افلاطون، ارسطاطالیس، بولس، روفس، دیوقلس، ارجیجانس، اریباسیس، ماسرجویہ، شمعون، مہراریس، یوحنا، سرافیون، دیوجانس، اندروماخس، دیاسقوریدوس، فیلغریوس، سورانس، قیوما، شمویل، ارمانیدس، اسکندرونس، اسلیمن، کسوفقراطیس، لینالیوس، لینایومن، لیمیقوس، لیقودس، مانیوس، نیوس، مانیس، مغنس، ماسونیوس، مانیس، مارینوس، منسدلیس، ہیوفقراطیس، ہیوقوطوس، بونیون، برلونیون، بونیوس،

انطلس ،طیاوٗس، بدیغورس، فسطس ،راوس، اہرن، اسقلبیوس وغیرہ۔

اس کے بعد اقسام امراض اور ان کے علاج کے اصول کلی سے عالمانہ گفتگو کی گئی ہے، جس میں تشخیص بھی شامل ہے۔

حکیم اعظم خاں کے عملی مطب کی بھی بڑی شہرت تھی۔ بقول حکیم محمد مختار اصلاحی:

"حکیم محمد اعظم خاں کا مطب بھی بہت کامیاب تھا خاص طور سے ان کی نبض شناسی کی بڑی شہرت تھی۔ انہیں مالوہ کا مسیح کہا جاتا تھا۔"(۱۱)

مرض کے اسباب، علامات اور علاج کا تذکرہ کرنے کے بعد اپنے آبا و اجداد اور دیگر ناموران طب، اساتذۂ کرام اور خود اپنے ذاتی مشاہدات و معالجات اور اس سے مرتب ہونے والے اثرات و نتائج کی حکایات (Case Report) کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے جاتے ہیں۔ فن پر ان کی گرفت اور حذاقت کا اندازہ اکسیر اعظم کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد بآسانی کیا جاسکتا ہے۔

جلد اول کے مقدمہ میں انہوں نے علاج میں مزاج، اخلاط اور فصول وغیرہ کا لحاظ رکھنا کلیدی کامیابی قرار دیا ہے۔ شیخ الرئیس اور شرح قانون کے حوالے سے لکھا ہے کہ علاج بالدواء تین قوانین سے خالی نہیں۔ اول اس میں کیفیات کا لحاظ کیا جاتا ہے:

"یکی قانون اختیار کیفیت دوا یعنی اختیار آثار بمقابلہ مرض از جہت کیفیات اولیٰ مثل حرارت یا برودت یا رطوبت یا یابوست واز جہت کیفیات ثانی مثل اسہال و تحلیل وادرار وغیرہ......۔"(۱۲)

اسی طرح اگر دوا دینے کی ترتیب، ضرورت اور وقت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو مفید دوا بھی مضر ثابت ہوتی ہے:

"دوم قانون ترتیب وقت دوا واحتیاج بمعرفت ایں بہر آں بود کہ دوائی واحد گاہی دروقتی نافع در مرض بود و در وقت دیگر مضر باشد و دوائی راجع کہ در ابتدائے اورام حار نافع ست و در انحطاط آں خیار بود و ترتیب وقت او باعتبار اوقات مرض و باعتبار تدبیر سابق و باعتبار وجوب تقدیم بعض او بر بعض وغیر آں بود۔"(۱۳)

تیسرے قانون کے تحت شیخ نے کمیت دوا کے سلسلے میں حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ اگر دوا کی مقدار کم ہو تو دوا خاطر خواہ اثر نہیں کرتی، اسی طرح زائد مقدار سے دوسرے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ طب یونانی میں تو معاملہ اور پیچیدہ ہے، کیونکہ اگر مقدار و ترتیب کی طرح مزاج کو ملحوظ نہ رکھا گیا تو خاطر خواہ فائدہ تو در کنار، ضرر کا اندیشہ رہتا ہے۔ شیخ کے حوالے سے حکیم محمد اعظم خاں رقم طراز ہیں:

"سوم قانون اختیار کمیت دوا و این قانون منقسم میشود قانون تقدیر درجۂ حرارت و برودت او مثل آنکہ این مزاج بقدر یکدرجہ بارد است و دوائے بارد در درجۂ واحد مناسب او بود مثل آنکہ حرارت محتاج بدوائے مبرد در درجۂ ثانی ست و ایں مبرد در درجۂ ثالث است۔" (۱۴)

آگے چل کر طبیعت عضو وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی ہے کیونکہ اگر مرض کسی عضو کے ساتھ مختص ہے تو بدن کی طرح اس کا مزاج بھی ہوتا ہے، جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اسی طرح عضو کی خلقت وضع اور اس کی قوت کا تعلق بھی مرض سے ظاہر کیا گیا ہے:

"اگر مرض مختص بعضو بود حال بدن نیز مثل حال عضو درین باشد و تعرف طبیعت عضو متضمن معرفت چہار امر است کہ مزاج عضو و خلقت او وضع او و قوت او بود۔" (۱۵)

اس کے بعد مذکورہ امور پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ظاہر بات ہے، طبیب کو ان نکات طب کا جتنا وسیع و عمیق مطالعہ و استحضار ہوگا، اسے تجویز و تشخیص میں اسی قدر کامیابی حاصل ہوگی۔

بعینہٖ ضعف مرض و قلت امراض، قوت مرض و کثرت اعراض کی شناخت بھی طبیعت کے لیے ضروری ہے، اسی طرح جنس (Sex) کے علاوہ سن و عادت، فصل و بلاد صناعت وقوت، سحنہ، ہوا کی حالت اور تدبیر وغیرہ۔

علاج کے کلی اصول مثلاً قاعدۂ اول در تدبیر و تغذیہ پر مشتمل ہے، جس میں منع غذا (پرہیز) کے بعد تقلیل غذا اور تعدیل غذا حتی کہ بعض صورتوں میں تکثیر غذا پر بھی فاضلانہ گفتگو کی گئی ہے۔

قاعدۂ دوم ادویہ کے ذریعہ معالجہ پر مشتمل ہے۔ اس میں دس مراعات کے تحت انتخاب ادویہ سے گفتگو کی گئی ہے۔ مثلاً نوع مرض و سبب، قوت مریض و ضعف، مزاج، سن و عادت و بلا وقت حاضر یعنی فصل، حال ہوا و صناعت:

''واجب است در علاج بادویہ مراعات دہ امر یعنی نوع مرض وسبب او وقوت مریض وضعف آن ومزاج حادث وطبعی وسن وعادت وبلاد ووقت حاضر یعنی فصل وحال ہوا وصناعت''۔(۱۶)

اصول علاج کے بعد مجربات وفرمودات اطبائے قدیم کو اقوالِ مہرہ کے زیر عنوان حسنِ انتخاب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اوران امور کو بڑے شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے، جن کو ملحوظ رکھتے ہوئے علاج کامیابی سے قریب تر کر دیتا ہے۔ یہ باب ۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کے بعد اسباب امراض راس کی تشخیص کے لیے ایک باب قائم کیا گیا ہے۔پھر دماغی امراض کا علاج کلی بیان کیا گیا ہے۔

اصل باب ص ۴۳ سے شروع ہوتا ہے۔

بالخصوص تشنج کا باب بڑا فکر انگیز ہے، خاص طور سے تشنج یبسی میں طبری کے حوالے سے ''اگر مریض کا مزاج متحمل ہو تو ماءالجبن ہمراہ روغن بادام نوش کرائیں اوراس کی غذا کی ترتیب کریں۔آگے تشنج ایذائی کے اصول علاج وعلاج سے اطباء کی بھر پور رہبری ہوتی ہے:

''ازالہ ومنع سبب موذی کوشند مثلاً انچہ از شرب چیزی سمی یا لسع عقرب وغیرہ باشد بخورانیدن تریاق ثمانیہ یا اربعہ بجلاب وغذا نخوداب و بہر چیز یکہ سموم خواہد آمد علاج آں نمایند وانچہ کہ از خلط حاد بود، بہ تنقیہ وتبرید عضو باضمدہ ونطولات وادہان وغیرہ و بدانچہ بہر تشنج صفراوی مسطور شد پردازند............اگر مشارکت معدہ باشد مبادرت بقی نمایند کہ گاہے صفرائے حاد یا خلط عفن براید و فی الحال صحت یابد و در دیدان قتل واخراج آن اولاً وتجوید ہضم وتقویت معدہ وامعا وتعدیل مزاج دماغ وتمریخ عضو متشنج بادہانِ مناسبہ کنند۔''(۱۷)

اسی طرح تشنج اطفال کے اسباب وماہیت پر بڑی سائنٹفک گفتگو کی گئی ہے، وہ بھی متقدمین کے حوالے سے مثلاً:

''شیخ می فرماید کہ اکثر صبیان را در حمیات حارہ وخفیفہ عند قبض شکم و در بیخوابی وکثرت گریہ تشنج عارض میشود و سہل الوقوع در تشنج و سہل الخروج ازاں می باشد ازانکہ تشنج یابس بسرعت خلاصی می یابد و باشد کہ طفل را بعد تپ حاد محرق تشنج صعب افتد و خلاصی نیابد وطفلی کہ از ہفت سال تجاوز کند اورا تشنج نمی

افتد از تپ بسیار صعب"۔(۱۸)

تشنج امتلائی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"وصاحب کامل گوید کہ اکثر تشنج امتلائی عارض میشود بصبیانی کہ شیر غلیظ بنوشند و ایضاً ایں بہ سبب کثرت تناول اغذیہ وضعف عصب صفرائے حاد یا خلط عفن برا ید وفی الحال صحت یابد۔(۱۹)

یہی طرز عمل دیگر امراض میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔فرق صرف یہ ہے کہ طبّی کتابوں اور اطباء کے نام صرف ابتدائے کتاب میں موجود ہیں۔مثلاً امراض عین کا عمومی تذکرہ (۳۲۸-۳۲۷) کرنے کے بعد تدبیر حفظ عین، علاج کلی امراض عین سے گفتگو کی گئی ہے اور اس کے بعد ص ۳۳۵ سے امراض کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

**اکسیر اعظم جلد دوم:** ۵۶۹ صفحات پر مشتمل اس حصہ کو منشی نول کشور، لکھنؤ نے ماہ جون ۱۹۰۶ء میں بڑے اہتمام سے شائع کیا۔یہ جلد حسب ذیل اعضا کے امراض پر مشتمل ہے:

۱۔امراض شفت وشدقین ۲۔امراض وجہ ولحیہ ۳۔امراض فم ولسان وحنک ۴۔امراض اسنان ولثہ ۵۔امراض اعضائے حلق ۶۔امراض مری ۷۔امراض ریہ وصدر ۸۔امراض قلب ۹۔امراض ثدی ۱۰۔امراض معدہ۔

امراض شفت وشدقین میں حسب ذیل ۱۲امراض کا تذکرہ ہے:

سوء مزاج لب، تشقق وتقشر شفتین، جفاف لب، ورم لب، بثر وقروح لب، بیاض شفت، بواسیر، اختلاج شفت، تقلص شفتین، تشقق شدقین۔

امراض وجہ ولحیہ یعنی چہرہ وکلہ: اس میں ورم چہرہ، ورم کلہ ورخسارہ سے گفتگو کی گئی ہے۔

امراض فم ولسان وحنک میں سے امراض دہن کے درج ذیل پانچ امراض کا تذکرہ ہے:

بثور دہان ۲۔قلاع ۳۔آکلہ ۴۔کثرت بزاق ۵۔بخر الفم۔

امراض زبان ۱۱ رہیں:

بثور، ورم، ثقل، بطلان ذوق، عظم اللسان، ضفدع، حرقت، جفاف، شقاق، جفاف وحکہ، تقشرِ زبان۔

امراض حنک میں حسب ذیل بیماریوں کا ذکر ہے:

تقشرِ حنک، حکۃ الحنک، ورم الحنک وبثور آں، آلۂ کام وسوراخ آں۔

**امراض اسنان ولثہ:** اس میں امراض وکیفیات، تدبیر حفظ صحت نیز اصول علاج وعلاج پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے، جو ۳۳ صفحات (۷۱-۳۹) پر محیط ہے۔ اس میں حسب ذیل امراض و کیفیات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور بیش بہا تدابیر و نسخے درج کیے گئے ہیں:

وجع الاسنان، تحرکِ اسنان، ضرس، ذہابِ ماء الاسنان، تاکل وتثقبِ اسنان، تفتت وتکسرِ دنداں یعنی ریزہ ریزہ شکستنِ دنداں، تغیر رنگِ دندان، تزید اسنان وطولِ آن، حکۃ الاسنان، صریر الاسنان فی النوم، تسہیل نبات اسنان، تدبیر قلع اسنان وتفتیتِ آن، اورام لثہ یعنی آماس گوشت بنِ دنداں، لثہ دامیہ، قروح لثہ وتاکل وناصور آن، ابولیس، استرخائے لثہ، لذعِ لثہ۔

**امراض اعضائے حلق:** خناق (اس پر کافی مواد فراہم کیا گیا ہے)۔ ذبحہ، خانقہ، خناق کلبی، اورام خارج حلق، ورم لوزتین، اورام لہاۃ، استرخاء اللّہاۃ، وجعِ حلق، وابلہ، عجم شجاع، غصۂ طعام وشراب درحلق، تشبت شوک وعظم وغیر یعنی خلیدن خار واستخواں وغیرہ درحلق، بلع ابرہ یعنی فرو بردن سوزن، غریق الما یعنی فرورفتہ در آب، مخنوق بوہتق یعنی گلو بستہ بکمند، تعلقِ علق بحلق یعنی چسپیدنِ دیوچہ بگلو، بثور حلق وقرحۂ آں، حرقتِ حلق، خشونتِ حلق، امراض وقروح قصبۂ ریہ، اختلاج وارتعاش قصبۂ ریہ، استرخائے حنجرہ۔

**امراضِ مری:** ابتدا میں تعداد کے بارے میں قول کلی کے طور پر شیخ الرئیس کا حسب ذیل اقتباس پیش کیا گیا ہے:

> ”بدانکہ شیخ الرئیس قول کلی در تعداد اجناس امراضی کہ بمری عارض شود چنین بیان فرمودہ کہ گاہ عارض می گردد مری را اصناف سوء مزاج کہ او را ضعیف می کند از فعل خود و آں از درست وگا ہے واقع میشود در آں جملہ امراض آلیہ مشترکہ اورام حار و بارد و صلب واکثر انچہ از امراض آلیہ دراں واقع گردد آں سدد وضیق است یا بسبب ضاغط خارجی از فقرۂ زائلہ یا بسبب ورم عضو مجاور او و یا بسبب ورم فی نفسہٖ یا ورم عضلہ کہ ماسکِ اوست واز جملہ امراض مشترکہ او را اکثر عارض شود نزف الدم وانفجار اوست و

بیشتر ایں تابع خشونت شی مبلوع وحدتِ او میباشد۔"(۲۰)

اس کے بعد اسباب و علامات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

امراض کی فہرست درج ذیل ہے:

عسر البلع ، انطباق المری و فالجِ آں، ورمِ مری، تفرق اتصال مری، قروحِ مری، حکاکِ مری، فسادِ صوت یعنی آفت آواز، انقطاع الصوت، بحتہ الصوت یعنی گرفتگی آواز۔

**امراض ریہ و صدر یعنی شُش و سینہ:** امراضِ ریہ و صدر کی مجموعی تعداد حکیم محمد اعظم خاں نے بہ ترتیب ذیل ۲۷ بتائی ہے:

۱۔سوء تنفس، ۲۔عسر النفس، ۳۔تقلص النفس، ۴۔ضیق النفس، ۵۔انتصاب النفس، ۶۔ربو و بہر، ۷۔سعال، ۸۔خرخرہ، ۹۔نفث الدم، ۱۰۔ذات الریہ، ۱۱۔اورام بارد ریہ، ۱۲۔اجتماعِ آب در ریہ، ۱۳۔بثور ریہ، ۱۴۔ڈبہ، ۱۵۔سل، ۱۶۔نفث ، ۱۷۔ضعف الریہ، ۱۸۔اوجاع صدر، ۱۹۔ذات الجنب، ۲۰۔خانقہ، ۲۱۔شوصہ، ۲۲۔ذات الصدر، ۲۳۔ذات العرض، ۲۴۔برسام، ۲۵۔تقیح، ۲۶۔تقلص، ۲۷۔جمود الصدر۔

حسب دستور اس میں بھی طریق تشخیص، علاج کلی امراض ریہ، علاج کلی در نفس وغیرہ کے بعد امراض کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

**امراضِ قلب:** امراضِ قلب ص ۲۶۶ تا ۳۲۹ پر محیط ہے، جن کی تعداد درج ذیل ۱۹ بتائی گئی ہے:

۱۔سوء مزاج، ۲۔وجع القلب، ۳۔خفقان، ۴۔غشی، ۵۔سقوت قوت دفعتاً، ۶۔ورم قلب، ۷۔ورم اذنی القلب، ۸۔ورم غشای قلب، ۹۔امتلای غلاف قلب، ۱۰۔زوال عظمین، ۱۱۔ضغط القلب ، ۱۲۔تقشرِ قلب، ۱۳۔قذفِ قلب، ۱۴۔احتواء الرطوبت، ۱۵۔علتِ دخانیہ، ۱۶۔جذب القلب، ۱۷۔سوء تنفس قلب، ۱۸۔انقطاعِ غذا از قلب، ۱۹۔حالتی کہ از غضب بہم رسد۔

اعظم خاں نے سوا صدی پیشتر ہی اطبائے قدیم کے حوالے سے دل کو رئیس مطلق اور مبداء حیات و روح حیوانی ثابت کر دیا تھا جسے ان کی تحقیق اور غیر معمولی ذہانت کا غماز قرار دینا بیجا نہ ہوگا۔

ابتدائے باب میں امراض قلب کے سلسلے میں حیرت انگیز تحقیقات و تفتیشات کا انکشاف کیا گیا ہے، جن کی تطبیق (Correlation) عصری تحقیقات سے قدرے غور و تفحص کے بعد بآسانی

کی جا سکتی ہے۔ مجموعی علمی وفنی گفتگو کے بعد ذکر اسباب موثرہ در قلب، قانون کلی در علاج قلب کے بعد سوءمزاج سے واقع ہونے والے امراض کا مجموعی تذکرہ ہے اور بالآخر ص ۲۷۹ سے وجع القلب سے امراض کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

اعظم خاں نے قلب کو اشرف اعضائے بدن قرار دیتے ہوئے منبع ومعدنِ روح بتایا ہے جس سے مملکت بدنی کے امور کا نظام چلتا ہے۔ یہی مبداء حیات وروح حیوانی ہے:

"پس مطلق واشرف اعضائی بدن واول منبع ومعدن وی است کہ آن ملاک انتظام امور بدنی است ومبداء حیات وروح حیوانی"۔(۲۱)

اعظم خاں نے انقطاع غذا از قلب' کے زیر عنوان Ischaemic Heart Disese کا تذکرہ برسوں برس پہلے واضح طور پر کر دیا تھا۔ چنانچہ انقطاع غذا از قلب کا باقاعدہ ایک باب قائم کر کے طبّی فراست کا ثبوت پیش کیا۔ اس سلسلے میں اعظم خاں کی تحقیق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

**امراض ثدی:** یہ باب ص ۳۲۹ تا ص ۳۴۱ پر محیط ہے۔ درج ذیل ۱۷ امراض کا احاطہ کیا گیا ہے:

۱۔قلتِ لبن، ۲۔کثرتِ لبن، ۳۔خروجِ خون، ۴۔تجبنِ لبن، ۵۔جمودِ دم در ثدی، ۶۔تمددِ ثدی، ۷۔رضِ پستان، ۸۔اورامِ ثدی، ۹۔اوجاعِ ثدی، ۱۰۔صلابتِ ثدی، ۱۱۔سلع وغدد، ۱۲۔تعقد، ۱۳۔دبیلۂ ثدی، ۱۴۔حکۂ ثدی، ۱۵۔شقاقِ ثدی، ۱۶۔حفظِ ثدی از تعظیم، ۱۷۔تعظیم ثدی صغیر۔

اسباب وعلل پر مختصر لیکن جامع علمی وفنی روشنی ڈالتے ہوئے قلت لبن کے بیان سے امراض کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

**امراض معدہ:** امراض معدہ کا بیان ص ۳۴۱ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کا سلسلہ دراز تر ہے جو خاتمۂ کتاب یعنی ص ۵۶۹ پر ہی جا کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیشتر بیماریوں کی جڑیں امراض معدہ میں پیوست ہوتی ہیں، اسی لیے امراض معدہ کو ام الامراض بھی قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معدہ کی بیماریوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ یعنی ۴۳ ہے جو درج ذیل ہیں:

سوءمزاج معدہ، فسادِ اشتہا، دردِ معدہ، شہوتِ کلبی، ضعفِ معدہ، جوعِ بقری، ضعفِ ہضم، جوعِ مغشی، فسادِ ہضم، عطشِ مفرط، تخمہ، اورام معدہ، بطوءِ نزولِ طعام از معدہ، دبیلۂ معدہ، سرعتِ آن،

قروح،ضعفِ اشتہا، بثو رِمعدہ، ہیضہ،نفخِ معدہ،جُشاء،کربِ معدہ، تثاؤب، اختلاجِ معدہ،تمطی ،وجع الفواد،احتباس جُشا،حُرقتِ معدہ ، قیٔ، حکۂ معدہ،تہوع، استرخائ معدہ،غثیان، تشنجِ معدہ ،قیٔ الدم، جساوتِ معدہ،جمودِدم،تصغرِمعدہ،لبن،ضربۂ معدہ،فواق،حُقِ معدہ،انقلابِ معدہ۔

**اکسیر اعظم جلد سوم:** اکسیر اعظم کی تیسری ضخیم ترین جلد ۴۷۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ جسے بارسوم مطبع منشی نولکشور لکھنؤ نے شائع کیا۔جس میں جگر سے لے کر رحم تک کے نو اعضا کے امراض کا احاطہ بہ ترتیب ذیل کیا گیا ہےاور ہرایک کی ابتدا میں قولِ کلی یا علاجِ کلی درج ہے:

امراض کبد : انھیں حسب ذیل ۲۰+۹ عناویں کے تحت بیان کیا گیا ہے:

قولِ کلی درمعالجۂ کبد ،امراض کبد ازسوءمزاج حار،امراض کبد ازسوءمزاج بارد،امراض کبد ازسوءمزاج یابس،امراض کبد ازسوءمزاج رطب،امراض کبد ازسوءمزاج حار رطب،امراض کبد از سوءمزاج حار یابس،امراض کبد ازسوءمزاج بارد یابس،امراض کبد ازسوءمزاج بارد رطب ،ضعف کبد ،علاج کلی ضعف جگر،علاج سدۂ مقعر جگر وسدد ماساریقا،علاج سدۂ محدب جگر،نفخہ وریح در کبد، وجع الکبد ،ورم کبد ونواحیٔ آن،علاج ورم جگر دموی،علاج ورم جگر صفراوی،علاج ورم جگر سوداوی،علاج ورم عضلات،علاج ضربہ وسقطۂ کبد ،علاج دبیلۂ کبد ،علاج بثر کبد ،علاج خفقۂ کبد ،علاج صغر کبد، علاج سوءالقنیہ ،استسقا استسقائی لحمی ،علاج استسقائی زقی ،علاج استسقائی طبلی۔

امراض مرارہ وطحال:اِن کی تعداد ۲۴ بہ تفصیل ذیل ہے:

علاج یرقانِ غلیانی،علاج یرقانِ سدی،علاج یرقانِ درقی،علاج یرقانِ سمی،علاج یرقانِ وبائی،علاج یرقانِ بحرانی،علاج یرقانِ اصفر و اسود،علاج سوءِ مزاج طحال،علاج یرقانِ حار طحال،علاج یرقانِ بارد طحال،علاج یرقانِ رطب طحال،علاج یرقانِ یابس طحال،علاج یرقانِ حار رطب طحال،علاج یرقانِ حار طحال، علاج یرقانِ بارد رطب و بارد یابس طحال،علاج اورام طحال و صلابت آن،علاج ورمِ دموی طحال،علاج ورم صفراوی طحال،علاج ورم بلغمی طحال،علاج ورم صلب طحال،علاج ضعفِ طحال،علاج سدد طحال،علاج حجارۂ طحال ورملِ آں،علاج مزاج طحال۔

امراض امعاء:انھیں بہ ترتیب ذیل بیان کیا گیا ہے(۳۷+۵ ۳):

علاج کلی اسہال،علاج اسہال غذائی،علاج کلی اسہال ہوائی،علاج اسہال دماغی،علاج

اسہال معدی ورطوبی بلغمی، علاج اسہال معدی صفراوی، علاج اسہال معدی سوداوی، علاج اسہال معدی از بثرہ، علاج اسہال معدی از ضعف جگر و سدۂ آں، علاج اسہال معدی ورمی، علاج اسہال معدی از ذہاب خمل معدہ، علاج اسہال معدی از ادویۂ مسہلہ، علاج اسہال کبدی کیلوسی، علاج اسہال کبدی غسالی، علاج اسہال کبدی صفراوی، علاج اسہال کبدی سدیدی، علاج اسہال کبدی خاثری و دردی، علاج اسہال کبدی مراری، علاج اسہال کبدی طحالی، علاج اسہال کبدی دموی رطوبی، علاج اسہال کبدی معوی بثوری، علاج اسہال کبدی معوی صفراوی، علاج اسہال کبدی معوی سوداوی، علاج اسہال کبدی معوی از ضعف، علاج اسہال از جمیع اعضا، علاج اسہال اطفال، علاج اسہال الدم، علاج سحج وقروح امعاء، علاج کلی سحج وقروح امعاء، علاج سحج وقروح امعائی صفراوی، علاج سحج وقروح امعائی بلغمی، علاج سحج وقروح امعائی سوداوی، علاج قرحۂ امعاء از تناول ادویۂ سمیہ، علاج سحج وقرحۂ امعاء ازخوردن ادویۂ مسہلہ، علاج اسہال المدہ۔

اقسام واسباب زحیر: اس کے ذیل میں علاج اقسام کلی کے علاوہ حسب ذیل ۱۳۶ اقسام کا علاج درج کیا گیا ہے:

علاج کلی اقسام زحیر، علاج زحیر کاذب، علاج زحیر صفراوی، علاج زحیر بلغمی وریحی، علاج زحیر ورمی، علاج زحیر بارد، علاج زحیر ایذائی، علاج زحیر از تناولِ حموضات، علاج زحیر تابع قروح و تاکل وغیرہ، علاج زحیر از تعفن ہوا، علاج زحیر اطفال، اقسام مغص، علاج مغص ریحی، علاج مغص صفراوی، علاج مغص حار ساذج، علاج مغص بلغمی، علاج مغص سوداوی، علاج مغص از مسہل، علاج مغص اطفال، علاج نفخ وقراقر وخردج ریح بلا اکراہ، علاج کلی اقسام قولنج، علاج قولنجِ بلغمی، علاج قولنجِ ریحی، علاج قولنجِ ثُفلی، علاج قولنج ورمی، علاج قولنج التوائی و فتقی، علاج قولنجِ صفراوی، علاج قولنجِ سوداوی، علاج قولنجِ مرکب، علاج قولنجِ وبائی، علاج قولنجِ عرضی، ایلاوَس، علاج حصر یعنی قبض شکم، تشخیص تولدِ دیدان، علاج کرم دراز، علاج حیات وحب القرع آن، علاج کرم کوچک۔

امراض مقعد: ان کی تعداد ۱۱ ہے جو درج ذیل ہیں:

علاج بواسیر، علاج ریح البواسیر، علاج قشر البواسیر، علاج نواصیر، علاج ورم مقعد، علاج شقاق مقعد، علاج استرخائی مقعد، علاج خروج مقعد، علاج حکۂ مقعد، علاج مقعد غیر مثقوب، علاج فوہات عروق۔

امراض کلیہ: انھیں حسب ذیل ۲۰ عناوین کے تحت بیان کیا گیا ہے:

علاج کلی امراض کلیہ، علاج امراض گردہ از سوءِ مزاج حار، علاج امراض گردہ از سوءِ مزاج بارد، علاج ہزال کلیہ، علاج ضعفِ کلیہ، علاج ریحِ الکلیہ، علاج وجعِ کلیہ، علاج سددِ کلیہ، علاج ورمِ کلیہ، علاج کلی اورامِ کلیہ، علاج ورمِ حار گردہ، علاج ورمِ بلغمی گردہ، علاج ورمِ صلب گردہ، علاج ورم دبیلۂ کلیہ وخُراجِ آن، علاج قروحِ کلیہ، علاج جربِ کلیہ، علاج ذیابیطس، علاج ذیابیطس حار، علاج ذیابیطس بارد، علاج حصات ورملِ کلیہ۔

امراض مثانہ: ان کی تعداد ۲۸ ہے:

حصات مثانہ ورملِ آں، اورام مثانہ و دبیلۂ آن، علاج ورم حار مثانہ، علاج ورم بلغمی مثانہ، علاج ورم صلب مثانہ، علاج قروحِ مثانہ، علاج جرب مثانہ، علاج جمودِ دم در مثانہ، علاج خلع مثانہ و استرخای آن، علاج وجعِ مثانہ، علاج ریحِ المثانہ، علاج ضعفِ مثانہ، علاج حُرقت البول، علاج عسر البول واحتباسِ آن، علاج عسر البول از برودتِ مثانہ، علاج عسر البول از حرارتِ مثانہ، علاج عسر البول از حبسِ بول قصداً، علاج عسر البول از رطوبتِ لزج یا ریح، علاج عسر البول از روئیدنِ گوشت، علاج عسر البول از ورم حار، علاج عسر البول از استرخا یا تشنج عضلہ مثانہ، علاج عسر البول از خلعِ مثانہ وحصاتِ آن، علاج عسر البول از بول حاد مولم، علاج تقطیر البول، علاج سلس البول، علاج بول فی الفراش، علاج کثرت البول، علاج قلۃ البول۔

امراض اعضای تناسل مردان: یہ درج ذیل ۴۱ ہیں:

علاج بول الدم، علاج ابوالِ غریبہ، علاج ضعفِ باہ، علاج ضعفِ باہ بارد، علاج ضعفِ باہ از قلتِ منی، علاج ضعف باہ از ضعف اعضائی رئیسہ وشریف، علاج ضعفِ باہ از استرخائی قضیب، علاج ضعفِ باہ از امور وہمیہ، علاج صغرِ قضیب، علاج معظماتِ ذکر، علاج ملذذاتِ جماع، علاج ملذذاتِ زنان، علاج کثرتِ شہوت جماع، علاج مضر تہائی جماع، سرعتِ انزال، سیلانِ منی، مذی وودی قلتِ منی وخروج او بعسر، علاج کثرتِ احتلام، علاج کثرتِ نعوظ بلاشہوت، علاج عاقونا، علاج غدیوط، علاج اُبنہ، علاج اورام خصیتین، علاج ورمِ حار خصیہ، علاج عظمِ خصیتین، علاج ارتفاعِ خصیہ وصغر آن، علاج دوالی صفن وصلابت آن، علاج استرخائی صفن، علاج قروح خصیہ وذکر وحوالی آن، علاج بترِ

خصیتین ،علاج سحج خصیتین ،علاج حکۂ قضیب وخصیہ،علاج ورم قضیب،علاج وجعِ قضیب،علاج شقاق قضیب ونواحیٔ آن،علاج اعوجاجِ ذکر،علاج انکسارِقضیب ،علاج سدۂ مجرائی قضیب،علاج اتساعِ مجرائی قضیب،علاج قرحۂ مجرائی قضیب،علاج ختان (Circumicision)۔

امراض صفاق وسرہ:اِن کی تعداد بہ ترتیب ذیل ۱۰ ہے:

علاج فتق،علاجِ کلی اقسام فتق،علاج فتق معائی وثربی،علاج فتق ریحی،علاج فتق مائی، علاج قروحِ لحمی واوردۂ دوالی،علاج نتوءِسُرّہ،علاج ورم سُرّہ،علاج تقیحِ سُرّہ،علاج تحرک سُرّہ۔

امراض رحم:اِنھیں درج ذیل ۷۴ عناوین کے تحت بیان کیا گیا ہے،جس میں تدبیر مولود و حوامل وغیرہ بھی شامل ہیں:

علاج اوجاعِ رحم،علاج اورام رحم،علاج ورمِ رحم حار،علاج ورم رحم بلغمی،علاج ورم صلب رحم،علاج دبیلۂ رحم،علاج سرطانِ رحم،علاج جروح وقروحِ رحم وآکلۂ آن،علاج بثورِرحم،علاج ناصورِ رحم،علاج شقاقِ رحم وفرج،علاج اجتماعِ آب دررحم،علاج نفخۂ رحم وریاحِ آن،علاج میلانِ رحم،علاج انقلابِ رحم،علاج اختناقِ رحم،علاج احتباسِ طمث ،علاج کثرتِ طمث ،علاج استحاضہ،علاج ضعفِ رحم،علاج سیلانِ رحم،علاج سیلانِ منی از رحم،علاج حکۂ رحم،علاج بواسیر رحم وثالیل وتوت ومسامیر آن،علاجِ رتق،علاج لحم زائدوطول بظر وظہور چیزی مثل قضیب،علاج انفلاقِ رحم،علاج سعتِ فم رحم و فرج،علاج نتن رحم وفرج،علاج برد رحم وفرج،علاج کثرتِ اسقاط،علاجِ رجا،علاج عسرولادت، ضرورتِ اسقاط،علاج احتباسِ نفاس،احتباسِ مشیمہ وجنین میت،علاج عقروعسرحبل،علاج کثرتِ نفاس،علاج حمل واحکام آن،علاج منعِ حمل،علامات ضعفِ خصیتین،علاماتِ اذکارواناث،تدابیر اذکار،تدبیرحوامل،تدبیرمولود،تدبیرزچہ،تدبیرمرضعہ وصبیان۔

عسرولادت: حکیم اعظم خاں عسرولادت کے اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”بدانکہ اسباب دشواری زادن ہشت نوع است یکی آنکہ بسبب حاملہ باشد کہ ضعیف بود وامراض وگرسنگی کشیدہ باشد...... یا پیرانہ سال ضعیف باشد یا کثیرالشحم بسیارفربہ بود.......۔
>
> ”دوم آنکہ بسبب بچہ بود......دشوارتراز ولادت نرینہ بود یا بسبب بزرگئی بچہ یا

بزرگی سر او یا بسبب فرط صغر و خفت او کہ فرو نیابد...... یا بسبب تغیر خلقت او...... مثل آنکہ دو سر بچہ باشد یا مزاحمت چند بچہ بود ہر واحد مجال حرکت نباشد...... یا بسبب شکل خروج او غیر طبیعی بود......"

سوم آنکہ بسبب رحم بود مثلاً رحم کوچک باشد یا خشک بسیار بود و رطوبت مزلق بچہ دراں نباشد و یا دراں تنگئ بسیار در خلقت یا از التحام قروح و سائر اسباب ضیق بود............ یا قروح یا شقاق یا بواسیر رحم باشد............

چہارم آنکہ بسبب مشیمہ بود ایں چناں باشد کہ مشیمہ غلیظ بود و نشگافد پس بچہ مخلصی نیابد............

پنجم آنکہ بسبب اعضائی مجاور رحم باشد مثل آنکہ درمثانہ یا آفت دیگر از حبس بول وغیر آن بود یا درروده براز خشک بسیار یا ورم یا قولنج از جنس دیگر یا بواسیر یا شقاق مقعد بود۔

ششم آنکہ بسبب وقت ولادت بود چنانچہ بچہ پیش از وقت ولادت قصد بیروں آمدن کند و رعایت اذیت خود نماید............

ہفتم آنکہ بسبب قابلہ بود یعنی درامری کہ او را عمل باید کرد خطا کند۔

"ہشتم آنکہ از اسباب خارجی باشد مثل آنکہ سردی سخت بود و انقباض اعضائے ولادت مشتد گردد لہٰذا در بلاد شمالی و ریاح شمالی و در بلاد و فصول بارد عسر ولادت بسیار باشد...... علامت عسر و سہولت ولادت اینست کہ اگر درد قبل از ولادت بسوئے پیش و شکم و عانہ مائل باشد ولادت سہل بود و اگر بسوی خلف و پشت سیل کند ولادت صعب باشد"۔(۲۲)

اس کے بعد کامل الصناعہ کے حوالے سے چھینک کو معینِ ولادت ان لفظوں میں بتایا ہے:

"صاحب کامل گوید کہ دریں ہمہ اسباب چون زن را عطاس عاض شود ولادت او سہل گردد چنانچہ بقراط گفتہ کہ چون زن را مرض رحم و عسر ولادت باشد و آن با عطاس بہم رسد این دلیل محمود بود............"(۲۳)

تسہیل ولادت کی جملہ تدابیر و علاج کا تفصیلی تذکرہ کرنے کے بعد ادویۂ مفردہ و مرکبہ کی ایک طویل فہرست پیش کی گئی ہے، جس میں متقدمین کے تجربات کو بھی سمویا گیا ہے، مثلا:

''ذکر ادویۂ مفردہ ومرکبہ کہ تسہیل ولادت کند تعلیق زعفران خالص دہ درم

درلتہ بستہ برران زن ...... وکذا قطعۂ گاؤزن بران زن...... کذا حقنۂ رحم بروغن

ناردین وکذا تعلیق ہفت عدد الکلی یا گرفتن چوب شجرۂ او در دست یا تعلیق او ہر واحد

مجرب سویدی ست...........''(۲۴)

**اکسیر اعظم جلد چہارم:** یہ جلد ۱۲۷ + ۲ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۶ء میں شائع کرنے کا شرف بھی مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ کو حاصل ہوا۔

زیر تبصرہ جلد درج ذیل امراض عامہ، حمیات وغیرہ پر مشتمل ہے:

**امراض ظہر واطراف:** امراض ظہر واطراف، حمیات، اعراض تابع حمیات، اورام وبثور ظاہر بدن، امراض جلد۔

امراض شعر، امراض ظفر، امراض متفرقہ، سموم، طرد ہوام وقتل آنہا۔

امراض ظہر واطراف یعنی بیماری ہائے پشت وسعت پا۔ان کی تعداد ۱۳ ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔حدبہ، ۲۔ریاح الافرسہ، ۳۔وجع الظہر ووجع خاصرہ، ۴۔دوالی، ۵۔داء الفیل، ۶۔وجع مفاصل، ۷۔نقرس، ۸۔عرق النساء، ۹۔وجع ورک، ۱۰۔وجع الرکبہ، ۱۱۔وجع ساقین، ۱۲۔وجع عقب، ۱۳۔وجع کف پا۔

اپنے مخصوص انداز میں اطبائے قدیم کے حوالوں سے مزین یہ حصہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، خاص طور سے وجع المفاصل والا مواد اتنا فراواں، اہم اور تحقیقی ہے کہ اگر اس پر داد تحقیق دی جائے تو عجب نہیں کہ اس موذی مرض سے کراہتی انسانیت کو نجات دلایا جا سکے۔

**حمیات:** حمیات کا بیان ص ۶۴ سے شروع ہو کر ص ۲۰۷ پر ختم ہوتا ہے یعنی مابقی حصہ بخار، اقسام بخار اور ان کے مداوا کے لئے مختص ہے۔

سب سے پہلے حمیات کی تعریف منطقی انداز میں پیش کی گئی ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ آخر حمیات ہے کیا چیز، کیسے وجود میں آتے ہیں اور کیا کیا رنگ و آہنگ دکھاتے ہیں یہ بخار، ان معلومات آفریں صفحات کے مطالعہ کے بعد پتہ چلتا ہے کہ آج کی نام نہاد طب مغرب سے ہماری طب کتنی آگے تھی اور اگر جملہ لوازمات کے تناظر میں دیکھا جائے تو آج بھی اس کا قد بہت بلند ہے۔

تعریف کے بعد درج ذیل عنوانات کے تحت اتنی قیمتی معلومات فراہم کی گئی ہیں کہ ان کے بالاستیعاب مطالعہ کے بعد معالج کے اندر اتنی معالجانہ بصیرت پیدا ہوجائے گی کہ نہ تو شناخت مرض میں کوئی دشواری ہوگی، نہ تجویز و تشخیص اور عمومی تدابیر میں۔ ظاہر ہے، انہیں کے اوپر معالجات کا انحصار ہوتا ہے:

بیان مستعدین حمیات، بیان اوقات حمیات، تدبیر کلی حمیات۔

حمیات کا باقاعدہ تذکرہ ص ۷۰ سے حمیات یومیہ سے شروع ہوتا ہے اور ص ۲۵۱ پر اختتام پذیر۔

اس باب کے آخر میں حمیات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عوارض کا ذکر ہے جسے ذکر اعراض تابع حمیات کے زیر عنوان بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ تدبیر نافض، قشعر یرہ و برد کے علاوہ تدبیر افراط عرق درحمیات، تدبیر رعاف مفرط، تدبیر قے، تدبیر اسہال، تدبیر عطش مفرط، تدبیر خشونت ولزوجت وسواد زبان، تدبیر سبات، تدبیر سہر، تدبیر عطاس شدید، تدبیر صداع وثقل راس، تدبیر سعال، تدبیر وجع معدہ، تدبیر یبس طبیعت، تدبیر بطلان اشتہا، تدبیر بولیموس، تدبیر شہوت کلبی، تدبیر غشی وغیرہ کے علاوہ احوال ناقہین، تدبیر رقہ، تدبیر ناقہ، بیان بحران اور مختلف قسموں کی تدابیر وغیرہ کے ذیل میں مندرج تدابیر اور نسخے طبیب کے لئے ارمغان سے کم نہیں، جن سے اسے معالجانہ زندگی میں برابر سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ باب ص ۲۷۰ پر ختم ہوتا ہے۔

**اورام وبثور ظاہر بدن:** یہ باب ص ۲۷۰ سے شروع ہوتا ہے اور ۴۵۷ پر اختتام پذیر، جس میں اس کے ذیل میں آنے والے درجنوں امراض کے اسباب وعلل کے علاوہ تشخیص، تدابیر وعلاج پر بھرپور روشنی ڈالتے ہوئے مفید ومجرب نسخوں کا خزینہ پیش کیا گیا ہے۔

پھر امراض جلد، امراض شعر، امراض ظفر پر بھی جامع اور تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے بیش بہا نسخے پیش کیے گئے ہیں، جو امہات کتب اور ذاتی تجربات پر مشتمل ہیں۔

مابقی امراض کا احاطہ امراض متفرقہ کے ذیل میں کیا گیا ہے۔ یہ باب ص ۵۵۸ سے لے کر ص ۶۵۸ پر محیط ہے۔

اس کے بعد سموم (Toxicology) کا باب قائم کیا گیا ہے اور آخر میں طردِ ہوام۔ (کیڑے مکوڑوں کو بھگانا) پر مواد فراہم کیا گیا ہے۔

کتاب کے اختتام پر دو انتہائی مفید جدول پیش کیے گئے ہیں۔ پہلا جدول اوزان ادویہ پر

مشتمل ہے۔اس کے لیے دوصفحات مختص کیے گئے ہیں اور ہر صفحہ پر ۶ کالم میں قدیم اوزان کی وضاحت اپنے دور میں رائج اوزان کی مدد سے کی گئی ہے۔

اس جدول کوحروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے،تا کہ قاری بلاتکلف مطلوبہ وزن کے معانی معلوم کر سکے۔

قاعدۂ دوم کے تحت اطبا کی سہولت کے لیے ادویۂ مرکبہ کی جامع فہرست جدول کی شکل میں پیش کی گئی ہے۔تا کہ علاج کے دوران طبیب قرابادین کی بڑی بڑی کتابیں دیکھنے سے بے نیاز ہوجائے۔ اس میں پہلے کالم میں ادویہ مرکبہ اوردوسرے کالم میں 'درعلاج' کے تحت ۱۴ صفحات پر مشتمل ادویہ کی جامع فہرست سے ایک نظر میں جملہ دوائیں اس طرح سامنے آجاتی ہیں کہ کون سی دوا کس مرض میں مفید ہے۔ایک نکتہ آفریں بات یہ ہے کہ 'معانی' کے کالم میں امراض کی بھرمار نہیں کی گئی ہے، بلکہ صرف ایک مرض کا نام ہے، جس میں متذکرہ دوا بطور خاص مفید ہے۔

جلد چہارم کے مطالعہ سے بھی اعظم خاں کی حذاقت اورفنی بصیرت کا پتہ چلتا ہے۔فاضل مصنف نے اس میں اپنے تجربات کو بھی کافی حد تک سمویا ہے،جس میں خاندانی اوردیگراطبا کے مجربات کا اولاً احاطہ کیا گیا ہے، ساتھ ساتھ اصول علاج اوراس کی ترتیب بھی بتائی گئی ہے، مثلاً برص کے بیان میں بہترین نسخوں کا تذکرہ کیا گیا ہے:

> ''ایضاً ایں دوا نفع کند: ہرسہ فلفل، دارچینی، سلیخہ، قرفہ، قرنفل، سعد، برنج کابلی مقشر، جوز بوا ہر واحد یک مثقال، حب النیل شش مثقال، تربد سفید، شکر سرخ ہر واحد بست و چہار مثقال کوفتہ بیختہ باشکر آمیختہ بعسل بسرشند درابتدائی مرض بہر اسہال نہ مثقال یا ہفت یا پنج مثقال بد ہند بعدۂ فاصلہ سہ روز دہند بعد ازاں ہرروز یک مثقال برنہار بآب گرم بسیار روز ہا بدہند بعدۂ از خارج ادویہ شدید الجلا وتحلیل مثل ایں طلا استعمال نمایند:
>
> خربق سیاہ، میعہ، بیخ کبر، کندش، شیطرج، ترمس مساوی کوفتہ بسرکۂ احمر سرشتہ طلا کنند۔'' (۲۵)

ماہرین طب کے حوالے سے نہ صرف مجرب نسخوں بلکہ اصول علاج کے اقتباسات بھی

پیش کیے گئے ہیں، مثلاً:

''بوعلی سینا می نویسد کہ درعلاج بہق ابیض و برص واجب است اجتناب از فصد اگر امر قوی آن را واجب بکند و از حمام مگر گاہ گاہی بر نہار و از شراب اما صرف اندک و تعریق در حمام آنرا نافع است اگر نقی البدن باشد۔''(۲۶)

آخری دو صفحات پر منظوم تقریظیں پیش کی گئی ہیں۔

پہلی تقریظ تصدق حسین رضوی عاشق لکھنوی کا نتیجۂ فکر ہے، جو مطبع اودھ اخبار میں ملازم تھے۔ اسے پڑھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ انہیں اپنے دور میں کس قدر علمی تفوق حاصل تھا اور ان کا شعری ذوق کتنا بلند تھا۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے ؎

حبذا ناظم جہاں علامۂ عصرِ وحید عالم و عیسیٔ دوراں فاضل و بتر نبیل
ہست در فن طبابت ثانی شیخ الرئیس ماہر اسرارِ حکمت بے نظیر و بے عدیل
کرد او تصنیف اندر فن حکمت چار جلد ہر مجلد در درازی روکش دریائے نیل
جملہ امراضِ جہان یک یک شمردہ اندراں نسخجاتش ہم بیشتر بعد تنقیح جزیل
نام او اکسیر اعظم کرد بہر طالبان تا مسِ امراض ازاں ہمچوں طلا گردد جمیل

اس کے بعد چاروں جلدوں پر رواں تبصرہ کیا گیا ہے۔ ۳۶/اشعار پر مشتمل اس منظوم تقریظ کے آخر میں کتاب کی تکمیل کے سال کی تخریج بھی موجود ہے۔ علاوہ بریں اس کے اختتام پر قطعۂ ذیل بطور خاص قطعہ تاریخ کے طور پر موزوں کیا گیا ہے جو مذکورہ بالا شاعر ہی کی دین ہے ؎

ختم اکسیر اعظم نایاب حسب دلخواہ چوں شدہ اکنون
کلک عاشق نوشت ایں تاریخ طبع شد نسخۂ شفا مشحون

۱۸۸۵ء

اس کے بعد آخری صفحہ پر ایک اور تقریظ درج ذیل عنوان کے تحت شامل کی گئی ہے:

''تقریظ طبع جدید مع تاریخ از خاکسار جلال اندرابی اکبرؔ''۔

**حاصلِ کلام:** اکسیر اعظم کی غیر معمولی اہمیت، افادیت اور ضخامت تو اس امر کی مقتضی تھی کہ اس پر بھرپور تبصرہ کیا جاتا، لیکن طوالت کے خوف سے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر صرف چند اقتباسات پر

اکتفا کیا گیا ہے، جنہیں ہر جلد کی فہرست امراض کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر ہی علامہ حکیم محمد کبیر الدین کی نگاہ انتخاب بھی اس پر پڑی لیکن انہوں نے فقط ملخص ترجمہ پر ہی اکتفا کیا ہے، کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اپنی حیات مستعار میں اسے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا سکیں گے۔ بہرحال الاکسیر کے نام سے یہ ترجمہ دو جلدوں میں پہلی بار دہلی سے شائع ہوا اور اُسی رنگ و آہنگ کے ساتھ الشفا، گل برگ فیصل آباد نے بیسویں صدی کے اواخر میں شائع کیا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کا مکمل اردو ترجمہ منظر عام پر لایا جائے تاکہ اردو داں اطبا کے لیے استفادہ کی راہ ہموار ہو سکے اور یہ مہر بند خزانہ عام ہو سکے۔

اکسیر اعظم کی آخری جلد کے خاتمۃ الطبع کے ذیل میں آخری صفحہ کی درج ذیل عبارت آج بھی دعوتِ فکر دے رہی ہے:

> ''......پس از نظر ثانی و افزودگی بعض حواشی حضرت مصنف و اخذ حق تصنیف از مصنف پنج ہزار جلد کامل طبع و شائع شدہ بود''۔(۲۷)

اس عبارت سے آج سے ایک صدی سے بھی پہلے اس کی غیر معمولی اہمیت، افادیت اور مقبولیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، جب کہ علمی سطح پر فارسی کا بول بالا رہا ہوگا، کتابیں خرید کر پڑھنے کا ذوق جواں رہا ہوگا اور طبّی اداروں میں اس کتاب کا غیر معمولی چلن رہا ہوگا۔

یہاں اس بات کی وضاحت بے محل نہ ہوگی کہ اکسیر اعظم کی چاروں جلدیں ۱۸۸۵ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تھیں اور مصنف کی حیات میں ہی ۱۲۸۹ھ میں اس کی اشاعت مطبع نظامی کانپور کے ذریعے عمل میں آچکی تھی تاہم ہمارے پیش نظر اس کی اشاعت سوم ہے جسے ماہ جون ۱۹۰۶ء/ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ میں مطبع منشی نولکشور نے جہازی سائز پر بڑے اہتمام سے شائع کیا، طریق کار یہ تھا کہ طاق جلدوں یعنی اول وسوم میں تاریخ اشاعت درج نہیں ہے، جب کہ دوسری اور آخری یعنی چوتھی جلد میں مذکورہ تاریخ درج ہے۔

اکسیر اعظم ایک ایسا بیش بہا اور لازوال خزانہ ہے، جس سے ارباب علم وفن دیگر امہات کتب کی طرح ہمیشہ اکتساب فیض کرتے رہیں گے اور یہی اس کا سب سے بڑا اعجاز ہے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر کتابوں کے مطالعہ کا ذوق جب تک برقرار رہے گا، طب یونانی کا چراغ اپنی ضیا پاشیوں سے سارے عالم کو منور کرتا رہے گا۔ ؏

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی

## حوالے

(۱) آئینۂ تاریخ طب، ص ۳۔ (۲) اکسیر اعظم ج ۱، ص ۳۔ (۳) نزہۃ الخواطر، جزء ثانی، ص ۴۳۳۔ (۴) آئینۂ تاریخ طب، ص ۳۰۹۔۳۰۸۔ (۵) تاریخ طب، ص ۴۶۷۔ (۶) خزائن الادویہ، ج ۱، ص ۱۶۔ (۷) برصغیر کے جدید مسلم مفکرین، ص ۵۳۔ (۸) نزہۃ الخواطر، جزء ثانی ص ۴۳۳۔ (۹) ایضاً۔ (۱۰) اکسیر اعظم، ج ۱، ص ۵۔ (۱۱) اطباء اوران کی مسیحائی، ص ۱۶۷۔ (۱۲) اکسیر اعظم، ج ۱، ص ۱۱۔ (۱۳) ایضاً ص ۱۲۔ (۱۴) ایضاً۔ (۱۵) ایضاً۔ (۱۶) ایضاً۔ (۱۷) ایضاً، ص ۳۰۲۔ (۱۸) ایضاً۔ (۱۹) ایضاً۔ (۲۰) اکسیر اعظم، ج ۲، ص ۱۰۷۔ (۲۱) ایضاً، ص ۲۶۷۔ (۲۲) اکسیر اعظم، ج ۳، ص ۳۸۷۔ (۲۳) ایضاً، ص ۳۸۷۔۳۸۹۔ (۲۴) ایضاً، ص ۳۸۹۔ (۲۵) اکسیر اعظم، ج ۴، ص ۴۸۰۔ (۲۶) ایضاً۔ (۲۷) ایضاً ضمیمہ، ص ۲۔

## مراجع


(۱) الحسنی، عبدالحئی بن فخر الدین، ۱۹۹۳ء، الاعلام بمن فی تاریخ الھند من الاعلام یعنی نزھة الخواطر و بھجة المسامع والنوادر، الجزء الثانی، دارِعرفات، رائی بریلی (الہند)۔ (۲) اصلاحی، حکیم محمد مختار، ۱۹۸۷ء، اطباء اوران کی مسیحائی ناظم اصلاحی یونانی طبّی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، سی ۷، دوارکا پوری، بمبئی۔ ناظم جہاں حکیم محمد اعظم خاں۔ عظیم مصنف اور معالج، ص ۱۶۸۔۱۶۵۔ (۳) اعظم خاں، حکیم محمد، بارسوم (۱۹۰۶ء)، اکسیر اعظم جلد اول مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ۔ (۴) اعظم خاں حکیم محمد، بارسوم ۱۹۰۶ء، اکسیر اعظم جلد دوم، مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ۔ (۵) اعظم خاں محمد، بارسوم (۱۹۰۶ء) اکسیر اعظم، جلد سوم، مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ۔ (۶) اعظم خاں، حکیم محمد، بارسوم ۱۹۰۶ء، اکسیر اعظم جلد چہارم، مطبع منشی نولکشور، لکھنؤ۔ (۷) اعظمی، حکیم خورشید احمد شفقت، ۲۰۰۸ء، افادات حکیم محمد اعظم خاں۔ رموز اعظم کے خصوصی حوالے سے، جہان طب جلد ۱۰، شمارہ ۱، مرکزی کونسل برائے تحقیقات طب یونانی، ص ۲۰۔۱۳۔ (۸) راز، حکیم سید غلام مہدی، ۲۰۰۷ء، جگر لخت لخت، ایچ۔ ۱۸، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۲۵، محیط اعظم، ادویہ مفردہ کے موضوع پر ایک اہم کتاب، ص ۱۱۴۔۱۰۸۔ (۹) قاسمی، اقبال احمد، ۲۰۱۱ء، برصغیر کے جدید مسلم مفکرین، یونیورسل بک ہاؤس، عبدالقادر مارکیٹ علی گڑھ، باب ۵، ناظم جہاں حکیم محمد اعظم خاں، ص ۵۵۔۴۷۔ (۱۰) ظل الرحمن، پروفیسر حکیم سید، ۲۰۰۱ء، آئینہ تاریخ طب، پبلی کیشن ڈویژن، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ ۲۰۰۲ء، اسماءالادویہ، اعظم خاں، ص ۳۳۰۔۳۰۱۔ (۱۱) نجم الغنی خاں، غیر مورخ، خزائن الادویہ (اول تا پنجم)، ادارہ کتاب الشفا، دریا گنج، نئی دہلی۔ ۱۱۰۰۰۲، فصل۔ تالیف کتاب، ص ۱۹۔۱۷۔ (۱۲) نگرامی، حکیم سید محمد حسان، ۱۹۸۹ء، تاریخ طب (طبع دوم)، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی ۱۱۰۰۶۶، حکیم محمد اعظم خاں، ص ۴۶۸۔۴۶۶۔

# علامہ سید سلیمان ندوی کے خطوط اپنے رفیق
## مولانا سید شاہ قاسم دسنوی کے نام

☆ جناب مولانا طلحہ نعمت ندوی

علامہ سید سلیمان ندوی کے بچپن سے اخیر عمر تک کے رفقاء میں جو چند نام معروف ہیں ان میں ایک اہم نام مولانا سید قاسم دسنوی فرزند مولانا سید تجمل حسین دسنوی کا بھی ہے۔ حضرت مولانا تجمل حسین صاحب رحمہ اللہ کے علامہ شبلی نعمانی علیہ الرحمۃ سے جو مراسم تھے بلکہ دونوں میں جو بے تکلف دوستی تھی اور ہم درسی سے لے کر اخیر زمانہ تک جیسا تعلق رہا وہ دبستان شبلی کے کسی فرد سے مخفی نہیں۔ یہ کہنا شاید درست ہو کہ علامہ کے معاصرین میں شاید ہی کسی سے اتنی بے تکلفی رہی ہوگی، پھر درسی رفاقت، ندوہ کی تحریک میں اشتراک عمل، یہ سب چیزیں اس پر مستزاد تھیں، راقم نے کہیں یہ بھی پڑھا ہے کہ مولانا نے علامہ کو مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی کے آستانہ سے وابستہ کرنے پر بھی آمادہ کیا تھا۔ بہرحال ان کے فرزند سے ہم عمری، ہم وطنی اور تعلیمی اشتراک کے سلیمانی رشتہ کو علامہ شبلی اور مولانا سید تجمل حسین کی علمی وراثت کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ مولانا شاہ قاسم کا نام ان کے والد حضرت شاہ تجمل حسین نے اپنے دوسرے شیخ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نام پر رکھا تھا، انھوں نے سید صاحب کے ساتھ ہی مکتب کی تعلیم حاصل کی، وہ اپنے والد کے ساتھ بھوپال تشریف لے گئے، جہاں ان کے والد نواب نورالحسن خاں صاحب کی دعوت پر کچھ مدت کے لیے دعوتی وتدریسی خدمت انجام دینے گئے تھے، اس کے بعد وہ ندوہ آگئے، ندوہ میں کچھ دن سید صاحب کے ساتھ رہے، وہ سید صاحب سے پہلے ندوہ پہنچے تھے، وجہ شاید یہ تھی کہ ان کے والد اس کے سرگرم اراکین میں اور اس کی تاسیس میں پیش پیش تھے، کچھ سالوں کے بعد والد کی ایما پر دیوبند چلے گئے، وہاں سے تکمیل کے بعد مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تعلیم کی تکمیل کی۔ وہ کچھ دن کٹک (اڑیسہ) میں رہے، معلوم نہیں ان کی وہاں کیا مشغولیت رہی،

---

☆ استھاواں (بہار شریف)

اس کے بعد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے مدرس ہوکر پٹنہ تشریف لائے اور وہیں سے وظیفہ یاب ہوکر سبک دوش ہوئے اور وطن دیسنہ میں مقیم ہوگئے، ۱۹۶۰ سے ۱۹۶۲ کے درمیان وطن ہی میں ان کا انتقال ہوا، عربی کے منتخبات کا ان کا ایک مرتب کردہ مجموعہ (جو شاید مدرسہ شمس الہدیٰ کے عربی طلبہ کے لئے تیار کیا گیا ہوگا) راقم کی نظر سے گذرا ہے۔

ان کے نام سید صاحب کے یہ خطوط ہمیں ایک مسودہ میں ملے، تو خیال آیا کہ ناظرین کی خدمت میں انہیں پیش کیا جائے، ان میں سب سے پہلا مکتوب سید صاحب کے بالکل ابتدائی دور کا ہے جب وہ پھلواری شریف کی خانقاہ مجیبیہ میں طالب علم تھے اور مولانا شاہ قاسم شاید اپنے والد کے ساتھ بھوپال میں یا ندوہ میں ہوں گے، اب تک سید صاحب کے دور طالب علمی کا بلکہ اس سے قدیم کوئی مکتوب ہمارے علم میں نہیں، ناظرین کو مکتوب سے اندازہ ہوگا کہ سید صاحب کے جوہر اسی وقت سے نمایاں ہونے شروع ہوگئے تھے، دیگر مکاتیب بھی اکثر دور طالب علمی ہی کے ہیں، جن سے سید صاحب کے دور طالب علمی کے اسلوب نگارش کا کچھ اندازہ ہوگا، جہاں غالب کے اسلوب کی پیروی کی کوشش دکھائی دیتی ہے، بعد کے مکاتیب میں ان کے استاذ علامہ شبلی کے اسلوب کا تتبع نظر آتا ہے، ان خطوط میں بے تکلفی کے علاوہ اور بہت سے تاریخی واقعات کا علم بھی ہوتا ہے اور سید صاحب کے تحریری و علمی شعور سے آگاہی بھی، ابتدائی دور کے خطوط کے بعد آخری دس سالوں کے دو تین مکاتیب ملے، معلوم نہیں درمیانی وقفہ کے مکاتیب محفوظ نہیں رہ سکے یا پھر مراسلت ہی نہیں ہوئی، ویسے امکان تو یہی ہے کہ مراسلت کا سلسلہ جاری رہا ہوگا۔

## مکتوب۔ ۱

مشفقم مجبم ! سلام علیک

سبب تاخیر جواب یہ ہے کہ خط اپنی۔۔۔[خالی جگہ] کا والد کے یہاں بھیجا(۱)، جواب آیا کہ تم ابھی قابل باہر جانے کے نہیں ہو، بعد برسات کے ان شاء اللہ جاؤگے، مجبور رہا، میں اسباب سفر کے مہیا کر چکا تھا مگر مجبور، ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کو توقف جواب سے رنج ہوا ہوگا اس وجہ سے ایک ماہ سے آپ نے خط و کتابت ترک کیا، خواہان معافی ہوں۔

مستحق کرامت گنہگار انند

کیوں مولوی صاحب! معاف نہ کیجئے گا؟ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس، صاحب! معاف کیجئے، اچھا صاحب! معاف کیا، فالحمدللہ۔آپ آج کل کون کتاب پڑھ رہے ہیں، میں تو شرح وقایہ پڑھتا ہوں، دعا کیجئے کہ اللہ بنادے، میں بھی دعا کرتا ہوں، سبق کیسا ہوتا ہے، آپ بھی لکچر دیتے ہیں، ایک تقریر مجھ کو بھی تو لکھ کر بھیج دیجئے گا، میں بھی دیکھوں، میں بھی اپنی تقریر آپ کو سنادوں، ان شاءاللہ ایک دن مولوی سلیمان میں بھی بنوں گا، (۲) لیاقت کچھ پیدا کیا ہے یا نہیں، عربی سمجھ سکتے ہیں، عربی میں خط لکھوں؟ فقط محمد سلیمان۔از پھلواری

۳۰ رمحرم الحرام ۱۳۳۱ھ ۷ رجنوری ۱۸۹۹ء

## مکتوب۔۲

جب میں جانوں کہ ترے دل میں ہے چاہت میری مل کے غیروں سے تو بھولے نہ الفت میری

عزیز دوست! السلام علیکم

تمہارا خط آیا، اللہ رے تمہاری فراخ نظری، ہر چیز پر کیسی گہری نظر ڈالی ہے، تمہاری رخصت کی عرضی نامنظور ہوئی، ابھی تک عبدالصمد آئے نہ قمرالحسن آئے، نجم الہدیٰ تو آگئے، واہ! تم نے تو لکھا ہی نہیں کہ کون کتاب پڑھتے ہو، کھانے کے کس قسم میں داخل ہو۔(۳)

ہاں یہ لکھو کہ وہاں کے لڑکوں کی معاشرت کیسی ہے، اخلاق کیسے ہیں؟ مدراس کا جلسہ ختم ہوا (۴)، وہاں یہ پاس ہوا کہ مولوی مسیح الزماں خاں ۲ ربرس کے لئے ناظم ہوں، دفتر ندوہ شاہجہاں پور جائے، دارالعلوم بستولی میں بنے، ندوہ سے ایک رسالہ نکلے۔ذرہ سچ کہنا یہاں جیسا حسن انتظام، خوش سلیقگی، طلبہ کی غیرت، طلبہ کی حسن معاشرت، صفائی، مشق تقریر وہاں پائی؟ اب دارالعلوم کی قدر معلوم ہوتی ہوگی۔

قدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید

عثمان پاشا بغرض تحصیل طب یہاں آئے ہوئے ہیں ہماری انجمن تہذیب آج کل عرب صاحب کے ہاتھ میں ہے، وہ جلسہ میں آتے ہیں، جواد اور نورالحسن بھی آگئے، اور یہ جانتے ہی ہوگے کہ نورالحسن کی شادی ہوگئی ہے، ابھی تک مولوی عبدالحی صاحب و منشی جی نہیں آئے اور نہ قاضی جی آئے ہیں، بس اب رخصت۔فقط پھر ملیں گے اگر خدا لایا

سید سلیمان سید۔۲۸ رجنوری ۱۹۰۴ء

## مکتوب۔۳

میرے حال میں شریک رہنے والے دوست!

السلام علیکم!

تمہارا لفافہ جو تمہاری محبت پر دال تھا پہنچا،تمہاری طرف سے میرا دل صاف ہوگیا،خدا ہماری محبت میں ترقی دے،دارالعلوم میں آج کل مدرس مولوی حفیظ اللہ صاحب،مولوی اسحاق صاحب مرحوم کی جگہ پر ایک شخص مولوی محمد حسین عظیم آبادی ہیں ،اور ایک عرب (۵) صاحب ہیں ، باقی مدرسین حسب حال ہیں،مولوی سلیمان صاحب فی الحال تشریف لائے تھے،ان کالڑکا صرف بیمار پڑا تھا،مرانہیں ہے،اخبار کا جواب دیا گیا،الندوہ تو تمہارے ہاں خود ہی گیا ہے،خریدنے کی کیا ضرورت ہے۔اس کے قواعد وغیرہ دیکھ لو،نجم الہدیٰ صرف ملاقات کو شاہجہاں پور گئے تھے،منشی جی پرسوں لکھنؤ آئے ہیں،آج کل جائیں گے۔میں بالفعل حماسہ،شرح حکمۃ العین ،اعجاز القرآن ،ہدیہ سعیدیہ پڑھتا ہوں،اب توضیح تلویح شروع ہوگی۔مرے درجہ میں حساب نہیں ہے،نورالحسن اول شاہجہاں پور شاخ دارالعلوم میں مدرس ہوکر گئے ہیں،آج کل دارالعلوم میں ایک نئی انجمن ''الحبیب'' قائم ہوئی ہے ،ابھی تو جو بنوں پر ہے،انجمن المعین کی اصلاح کی جارہی ہے،محمد امین اورعبدالکریم نہیں آئے۔

آج کل میری زندگی دارالعلوم میں عجیب شان سے بسر ہورہی ہے،سوا مولوی عبدالباری (۶) صاحب کے اور کوئی ایسا نہیں ہے جس سے کچھ ہنس بول لوں،دارالعلوم سے میری طبیعت اکتا گئی ہے، کیا تم شروع سال میں کچھ سامان کر سکتے ہو؟۔

مولوی عبدالباری صاحب کی شادی (۷) ۲۳ر ربیع الثانی کو تمام ہوگئی اور ۲ر جمادی الاول کو مدرسہ آگئے۔ابھی اس کا فیصلہ نہیں ہوا کہ رمضان میں فرصت ہوگی یا نہیں،دسنہ میں تمام لڑکے آئے ہیں اور سلام کہتے ہیں۔

کبھی صورت سے دل کو شاد کرنا مجھے دشمن سمجھ کر یاد کرنا

تمہارا مخلص وفادار سید سلیمان سید از دارالعلوم لکھنؤ

۸ر جمادی الاول ۱۳۲۲ھ [۱۹۰۴ء]

## مکتوب۔۴

دارالعلوم لکھنؤ

عزیز دوست!

خوش رہو۔السلام علیکم

مجھے خط نہ لکھنے کے قصور کا اعتراف ہے اور اس کے ساتھ یہ امید بھی کہ میں معاف کر دیا جاؤں گا۔

لو جس بات کی اتنے دنوں سے انتظاری تھی وہ پوری ہوئی، شاید اگر مجھے اس کی خوشی ہے تو یقیناً تمہیں بھی ہوگی، اگر میرا یہ کہنا ٹھیک ہے اور تم مجھے اپنا پیارا سمجھتے ہو تو میری خواہش پوری ہی کروگے اور ثابت کر دوگے کہ سچا دوست کیوں کر اپنے سچے دوستوں کی آرزو پوری کرتا ہے۔

استعارہ چھوڑ کر حقیقت یوں ہے کہ ۹/شعبان کو میرا عقد ہے، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں مشکل سے فرصت مل سکے گی مگر پھر بھی محال نہیں، عربی مدارس میں اس کی دقت نہیں ہوتی۔حاصل یہ ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا، تمہیں اس تاریخ تک دیسنہ پہنچنا ضروری ہے، بلکہ فرض، کیوں کہ سچے جھوٹے دوست رنج وخوشی ہی میں شناخت کئے جاتے ہیں۔میں ۴/شعبان (۱۳۲۲ھ) ۱۹۰۴ء کو لکھنؤ سے بانکی پور روانہ ہوں گا، اگر میرے ساتھ ہولو تو اس سے بڑھ کر میرے لئے کوئی خوشی نہیں۔میرے ساتھ عبدالصمد، ابوظفر بھی جائیں گے، اسی زمانہ میں انجمن دیسنہ کا بھی جلسہ ہے، دیکھو ناکامیاب نہ کرنا، میری ساری خوشی خاک میں نہ ملا دینا۔

قاسم! کیا تم میرا ساتھ نہ دوگے؟ تم سے عزیز دوست سے یہ امید نہیں۔

## مکتوب۔۵

۲۵/ذی الحجہ، ۱۳۲۲ھ [۱۹۰۵ء]

دارالعلوم

وفا شعار!

مدت ہوئی نہ تم کو میری خبر نہ مجھ کو تمہاری، آخر وجہ کیا، کیوں روٹھ بیٹھے؟ مہر سکوت آخر میں نے ہی توڑی، تمہارے گئے پیچھے نہ جانے مجھ پر کتنے انقلابات گذرے، اب تمہارے آگے کس کس کو دہراؤں؟

بے فائدہ کو رؤوگے سن کر فسانہ تم　　کیا اطلاع دوں تمہیں حال خراب کی؟

اجمال یہ ہے کہ ۲۰ ذی القعدہ کو تعطیل ہوئی، وفد المعین میں موتیہاری، بتیا گیا، ۵/ ذی الحجہ کو مکان پہنچا، خوشی خوشی ۱۵ دن کاٹے، ۲۲/ کو دیسنہ سے چلا، ۲۳/ کو گھر پہنچا، ۲۵/ کو بیٹھا خط لکھ رہا ہوں، تمہاری شادی کی بات ہوئی، اظہار میاں کے یہاں مکان دونوں ہیں، پہنچنا پہنچانا شروع ہو گیا، [؟؟؟؟] کہو کیسی کہی۔ تمہاری انجمن المعین میں فقط ایک ہزار روپے ہیں۔ اگر تم نے اخبار منگایا تو النیخ کیا منگایا؟۔

فقط، خاکسار سید سلیمان

## مکتوب۔ ٦

۱۷/ مارچ ۱۹۰۵ء

بندہ نواز!　　تسلیم

آپ کے دونوں خط مجھے ملے، شرح حکمۃ العین کا مصنف محمد بن مبارک شاہ بخاری ہے اور ماتن محمد بن الکاتبی قزوینی ہے، میں اچھا ہوں تم کیسے ہو۔ آج کل میرے درس میں ہدایہ، سلّم، نقد الشعر، کشف الادلہ، [؟؟ کذا] النیخ کا وہ پرچہ جس میں تمہارا مضمون ہے مجھے نہیں ملا، ذرہ اپنا پرچہ بھیج دو۔

ابھی تک مسعود وغیرہ نہیں آئے ہیں، اب وہ آئیں گے عشرہ ختم ہو چکا، رمضان میں تو تم مکان ضرور جاؤ گے، دیکھو تم کو ضیاء کیا کہتے ہیں۔　　سید (۷)

آپ کو شرح حکمۃ العین کی کیا ضرورت ہے، رسالہ نفاق یا نفق ملاحظہ فرمایئے، آپ کے مذاق کے مطابق ہے، میں اچھا ہوں، تمہارے پاس جو فضول وقت ہے اسے مجھے دے دو۔

فقط　　ضیاء

## مکتوب۔ ۷

دارالعلوم لکھنؤ

یاران ایں زمانہ مثل گل انارند　　درباغ آشنائی بوئے وفا نہ دارند

غیروں کے نام خط پر خط اور میں خط دیکھنے کو ترسوں، مجھے نہیں یاد ہے کہ آپ نے کبھی خط لکھنے میں سبقت فرمائی ہے۔

صاحب!　　چاہ مشکل نہیں نباہ مشکل ہے

لوگ کہتے ہیں چاہ مشکل ہے

یا تو قطع تعلق کیجیے یا نباہنے کی کوشش فرمائیے۔خیر:

اگر ہم سے تمہارا دل بھرا ہے
تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے

سید سلیمان

۳۰/جون ۱۹۰۵ء

## مکتوب۔۸

دارالعلوم لکھنؤ۔

۶/شوال ۲۳ھ (۱۹۰۵ء)

مہربان بندہ!

آپ کے خط پہنچے،منشی صاحب کے توسط سے سلام بھی پہنچا،سلام کا جواب وعلیکم السلام۔

خط کا جواب: کہاں کی رنجش اور کہاں کا ملال؟ یہ بھی ایک انداز دوستانہ تھا،عید بھی ہوئی،عیدی بھی آئی،مگر میرا دل اس میں لگا ہے۔اگر تمہاری شادی کی یونہی کی آج کل ہے تو ذی الحجہ تک کو دیو بند کو صبر کرو،گو مجھے یقین ہے کہ ذی الحجہ تک بھی شاید یہ معاملہ ہو سکے۔اور یوں خدا کی مشیت۔

حافظ عبدالصمد (۸) یا چل چکے ہوں گے یا چلنے والے ہوں گے،سلام کا توشہ میری طرف سے ہمراہ کر دیجئے گا۔مجھے خبر ملی ہے"م" اپنی کوٹھی میں آنے والے ہیں،اس فعل کا وقوع آچکا ہے؟ اگر نہیں تو کب تک اپنے بنگلہ میں پہنچ جائیں گے؟۔ذرہ دریافت کرو۔ سید

## مکتوب۔۸

دارالعلوم لکھنؤ

۲/ربیع الاول ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء)

میں بلاتا تو ہوں ان کو مگر اے جذبۂ شوق
ان پر بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

حبیب قلبی،روحی فداک!

جائے مسرت ہے کہ آپ کے سر کامیابی کا سہرا بندھا چاہتا ہے،میں اس مجلس عیش میں

شریک ہونے کو ہمہ تن تیار ہوں پر آپ دو باتوں کا پہلے فیصلہ کرلیں، ایک طرف کا کرایہ حسب وعدہ دینا ہوگا، دوسرے میرے گھر سے میرے جانے کی اجازت منگوادو۔ غالباً تم لکھو گے تو لوگ قبول کرلیں گے، اور غالباً ابھی اس سوال و جواب کا وقت کافی ہے۔

ہائے کیا کہوں کہ اس وقت میرے دل میں کیا جذبات ہیں، تمہاری مسرت کا دھیان کرکے میں مزے لے رہا ہوں، ہو یار تم قسمت والے، کاش تمہاری جگہ میں ہوتا، آہ!

خیر اگر میں گیا تو تم اب آؤ، اور اگر نہ گیا تو وقت واپسی ضرور ذرہ منہ دکھاتے جانا۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں اس دن تمہیں اپنے ہاتھ سے سنواروں، خود تم نے میرے بیاہ میں یہ خواہش نہ کی ہوگی اور نہ آنے کا مطلب تھا، مگر میں تمہاری ان بدسلوکیوں کو بھلا کر برائی کے بدلہ نیکی کرنے کو تیار ہوں۔

تمہارا بے وفا دوست

## مکتوب۔۹

۱۴؍ اگست ۱۹۰۶ء

دار العلوم، لکھنؤ

برادرم!

اب آپ تو ایسے خفا ہیں کہ کبھی ادھر منہ نہیں کرتے

اللہ رے ہم ایسے گنہگار ہوگئے!

آپ کی شروانی سل چکی میرے برابر ہے، اب چاہے آپ کے بدن پر ٹھیک اترے یا نہ۔

اب آپ کس شغل میں ہیں، خط وہاں سے آتا ہے بمبئی! میرے پاس تو نہیں آتا، خدا جانے ............کیسا سخت دل پایا ہے اور ایک............ تمہاری بہن کہ.......... [کذا]۔

واللہ دل میں جب خیال آتا ہے تو بس کیا کہوں، تم سے ملنے کو دل بہت چاہتا ہے، کچھ کہوں کچھ سنوں۔

تمہارا خطا کار سید سلیمان

## مکتوب۔۱۰

دار العلوم لکھنؤ

۱۸؍ نومبر ۱۹۰۶ء

میاں قاسم! آپ کو دنوں عید مبارک۔

خدا جانے ڈاک والوں کو تم سے عداوت ہے یا مجھ سے، جو تمہیں میرا خط نہیں ملتا، یا صرف تمہاری شرارت ہے، میں یہ تیسرا خط تمہارے نام سے لکھ رہا ہوں مگر تم ہو کہ کہتے ہو نہ جانے سلیمان کو کیا ہوا ہے کہ وہ مجھ کو خط نہیں لکھتے۔ میاں ذرہ ہوش کی دوا کرو، اب ایسا روزہ تو کیا ہے، یا ایسی محویت......تو کیا ہے۔

کب تک آنے کا ارادہ ہے، غالباً اب صحیح ہو گے، جلد بہت جلد چلے آؤ ورنہ سزا دی جائے گی، میں ایسی تنہا خوری ایک آنکھ نہیں پسند کرتا۔ تمہارا سلیمان سید

## مکتوب۔۱۱

لکھنؤ

عزیز دوست! السلام علیکم

میں دو مہینہ میں بیمار رہ کر چند روز ہوئے کہ لکھنؤ آیا، اب بالکل صحیح ہوں، کوئی شکایت نہیں ہے، تم کیسے ہو، تم نے لکھا تھا کہ میں محرم میں لکھنؤ آنا چاہتا ہوں، آؤ، بسر و چشم، مگر بہتر ہوتا کہ ربیع الاول میں ایک مہینہ کے لیے مکان آتے، میں بھی ان دنوں میں ان شاءاللہ مکان جاؤں گا، بہت سی شادیاں ہیں اور خود ہمارے ہاں!

تم سے پوچھنا ہے کہ تمہارے مدرسہ عالیہ میں کوئی مدرس کی جگہ خالی ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو کون سی جگہ ہے اور اگر نہیں ہے تو کب تک خالی ہوگی، اور کیا مشغول جگہ خالی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ان باتوں سے بہت جلد بواپسی [؟؟] ڈاک اطلاع کامل دو، منتظر رہوں گا، کیا کہوں کہ افکار دنیا نے کیسا ستا رکھا ہے، اس وقت سوتے سوتے خدا جانے کس ادھیڑ بن میں رات کو خط لکھ رہا ہوں۔

والسلام سید سلیمان

۱۷/ ذی القعدہ ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۷ء)

## مکتوب۔۱۲

۱۲/ جمادی الاول ۲۴ھ

میں: السلام علیکم

آپ: چپ

میں: آپ عجیب مسلمان ہیں سلام کا جواب بھی نہیں دیتے۔

آپ: بس بس مجھ سے نہ بولئے، آخر آپ کو مجھ سے رابطہ؟

میں: یاالٰہی، آخر آپ مجھ سے خفا کیوں ہیں۔

آپ: واہ صاحب واہ! میں خط پر خط لکھوں اور آپ جواب تک نہیں دیتے!

میں: اسی لئے آپ رنج ہیں، یہ رنج کی کون سی بات تھی۔

آپ: واہ صاحب آخر رنج کی کیوں نہ بات تھی۔

میں: کیوں صاحب، آخر کوئی وجہ ہوگی، شاید بیمار ہوں۔

آپ: نہیں بیمار نہ تھے، یہ نہ کہئے کہ مجھے آپ سے محبت نہیں۔

میں: بس زیادہ منہ نہ کھلوائیے، چلتے وقت تو آپ مجھ سے ملنے تک نہ آئے، آپ کو قطع محبت ہے مجھ سے؟

آپ: خیر اس کی تو میں معذرت بار بار کر چکا اور آپ بار بار اعادہ کرتے ہیں۔

میں: خیر جانے دیجئے۔

تمہیں سچے ہمیں جھوٹے، سہی اب تو مانا    چلو جانے بھی دو اس بات کا جھگڑا کیا ہے

سید

## مکتوب۔۱۳

دارالعلوم لکھنؤ

۴؍جمادی الثانی ۲۴ء

میاں قاسم!

پھر چاہتا ہے دل وہی فرصت کہ رات دن    بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

دل تو آپ کا دیوبند میں ہوگا، میں تو اپنے اوپر قیاس کرتا ہوں، غالباً قیاس مع الفارق نہ ہوگا۔ کیوں ہے، نہ سنو، دانا (۹) کا بیاہ ہوگیا، وہ بھی بیوی کر آئے۔ دیوان امیر آپ چاہتے ہیں، آخر کیوں، میرزاہد اور بخاری شریف کا مطلب اس میں ہے؟ نہیں نہیں مصحف رخسار کا مطالعہ کرنا ہے، کیوں کیسا سمجھے؟ منشی صاحب کے دو دیوان ہیں، مرآۃ الغیب پہلا، قیمت ۱۰۔ دوسرا دیوان صنم خانہ

عشق،اس کی قیمت ............(قیمت مذکورنہیں) ہے۔یہ بہت کم ملتا ہے بلکہ نہیں ملتا،رامپور دفتر امیراللغات کے پتہ سے دریافت کرو۔دوسرا مسئلہ ملے گاتولکھ کر بھیج دیں گے۔ سید

## مکتوب ۔۱۴

دارالعلوم لکھنؤ۔

۹/جمادی الاول ۲۵ء۔

عزیز دوست! خط ملا،مظاہر کمبل لائے،واپس نہ ہوسکا،کمبل ابراہیم کے پاس موجود ہے،دو کمبل ۷۰،۷۰ کے آئے ہیں،۱۵/ہوئے ایک آنہ کرایہ یکہ میں صرف ہوا ہے،۵ کا حساب موجود ہے،کیا یہ دونوں کمبلیں بھیج دی جائیں۔اس لئے آپ کو ۱۰[؟؟ سیاقی نمبر ہے] بھیجنا ہوں گے،امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے،اور گھر پر بھی آپ کی خیریت ہوگی،آپ جب کلکتہ جائیں تو مجھے ضرور اطلاع دیں۔

سلیمان

## مکتوب ۔۱۵

دارالعلوم لکھنؤ۔

۱۰/۱۹۰۷

مکرمی! میں تمہاری یاد کرنے کو ہروقت تیار ہوں،تم چلے کہاں،تمہارا مدرسہ تو پندرہ دن کے لئے بند ہے،محب اللہ کلکتہ سے یہاں سیر کرر ہے ہیں،شاید دس بارہ شعبان تک رخصت ہو،اور پھر رمضان آجائے گا،تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو بلکہ بیمار ہو اس لئے رمضان میں اور پھر کلکتہ میں تکلیف اور سخت تکلیف ہوگی جس کو تم برداشت نہیں کرسکتے ،میں ۲۶،۲۷ شعبان تک ان شاء اللہ آؤں گا،کتاب سوانح روم غالباً پہنچ گئی ہو،علالت کی پریشانی آپ کے ہاتھوں سے آپ ہے،ابھی اچھے ہوتے ہو اور پھر ابھی محنت شروع کردیتے ہو،اور پھر ہر قسم کی محنت۔ سید سلیمان

## مکتوب ۔۱۶

بانکی پور پٹنہ

۲۵/فروری ۱۹۰۸

مجبی! تسلیم

مجھے افسوس ہے کہ آپ سلسلۂ خط و کتابت قائم نہیں رکھ سکتے، خیر! نہایت تحقیق سے، نہایت جلد مطلع کیجئے کہ آپ کے مدرسہ میں کسی مدرس کی جگہ خالی ہے یا نہیں، یا ہوگی یا نہیں، مدرس سے میری مراد ادنی درجہ کے مدرس نہیں ہیں بلکہ اوسط یا اوسط سے بہتر، امید ہے کہ آپ نہایت سچی خبر نہایت تحقیق اور سرعت کے ساتھ مجھ تک پہنچائیں گے۔

میں کل لکھنؤ سے عظیم آباد آیا ہوں، اور قریباً ایک ہفتہ رہوں گا، میں اچھا ہوں، میرے گھر میں بیمار ہیں اور پٹنہ میں ہیں۔　　والسلام　　سلیمان

## مکتوب۔ ۱۷

دارالعلوم لکھنؤ

۱۶؍جنوری ۱۹۰۹ء

عزیز برادر!

تم کو میری کسی کامیابی کی خوشی نہیں ہوتی اس لئے کبھی تم نے مجھ کو مبارک باد نہیں دی، میں تم کو تمہاری پہلی کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں، مولوی عبدالوہاب صاحب سے تمہارے حالات سن کر خوشی ہوئی، مگر میں تمہاری زبان سے زیادہ تفصیل کے ساتھ سننا چاہتا ہوں، میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ بہار کی ترقی کے لئے ایک اخبار نکالوں جس میں بہت سے لوگ ہمارا ساتھ دیں گے، غالباً تم بھی ہوگے، تم سے یہ درخواست ہے کہ بہار کی مختلف قومی اور ملکی یا علمی ضروریات پر چند مضامین لکھ کر بھیج دو جس کا میں خاص طور سے تمہارا ممنون ہوں گا، میں خود بھی مضامین لکھ رہا ہوں، اور لوگ بھی لکھ رہے ہیں۔

بجز شوق ملاقات کے اور زیادہ کیا لکھوں یا اپنی خانگی پر مسرت داستان سناؤں، البیان (۱۰) میں تمھارے مضمون کا ایک حصہ چھپ گیا ہے۔　　سلیمان

## مکتوب۔ ۱۸

بانکی پور

حبیب صادق! تحیت و تسلیم

میں بالفعل بانکی پور میں ہوں اور غالباً آپ کے ورود دیسنہ تک موجود رہوں۔ لغات کا ایک نسخہ ویلو (؟؟) جاتا ہے، امید ہے کہ آئندہ تصنیفات ہدیہ دوں مگر اس وقت کی گستاخی قابل معافی ہے۔

آپ کے مساعی جمیلہ قابل ممنونیت ہیں، خدا وہ دن کرے کہ میں آپ کی کوششوں کا نتیجہ خود آپ کے مستقر میں آ کر دیکھوں۔ آپ کے والد ماجد آج کل یہیں ہیں؟۔ والسلام

سید سلیمان

۳۱/ مارچ ۱۳ء

## مکتوب۔ ۱۸

مکلوڈ اسٹریٹ کلکتہ

مجبی! تسلیم

خط آیا، جواب میں دیر ہوئی، معاف رکھنا، کچھ فطری تکاسل اور پھر عید میں چند روز کے لیے بانکی پور کو انتقال، کل واپس آیا ہوں، اللہ شک نہ کرنا۔

میں اس دھن میں ہوں کہ بانکی پور میں ایک پریس اور ایک اخبار جاری ہو، اس کے لئے قرض لوں، شرکت قائم کروں، کہو تم کتنا دیتے ہو، یہ نہ کہنا کہ میرے پاس روپے نہیں، سن چکا ہوں کہ تم بیوی کے لئے بنوا بنوا کر لے جاتے ہو، بہرحال سو روپے تو تم سے ضرور لیں گے، اس کا جواب دو۔ مولانا محمد علی کو خط بھی لکھا (۱۱)، اغلاط بھی بھیجے، ان کی خوشی کا پروانہ بھی آیا، مگر جوابی قصیدہ کی فرمائش ہے، خدا کرے یہ بھی پوری ہو، ابھی تک نہ آپ مکان گئے اور نہ الہلال کی قیمت آئی۔ والسلام

سید سلیمان

۱۰/ ستمبر ۱۹۱۳ء

## مکتوب۔ ۱۹

مکلوڈ اسٹریٹ کلکتہ

مجبی! تسلیم

روپیہ ملا، ممنون ہوں، میں نے تو تقاضا نہیں کیا پھر جلدی کیا تھی، تم کس خط کے جواب کا انتظار کرتے ہو، تمہارا تو کوئی خط نہیں آیا بلکہ میں نے ایک کارڈ لکھا مگر خاموش رہے، ۱۱/ کو جلسۂ دیسنہ شروع ہوگا، افسوس میں نہ جا سکا، مولانا عمادی آج کل رخصت پر ہیں، یہاں نہیں ہیں، گو ۳۰/ کو ان کی رخصت ختم ہو گئی مگر ابھی تک نہیں آئے، میں ۲۵/ ستمبر کو ناگپور ہو کر ایک ضرورت سے بمبئی گیا اور ۳۰

کو واپس آیا، راستہ میں وہ اسٹیشن آیا جہاں سے کٹک کا راستہ ہے، دل چاہا لیکن موقع مقتضی نہ تھا، حسرت رہ گئی۔

والسلام سید سلیمان

۶/ اکتوبر ۱۳ء

## مکتوب۔ ۲۰

۱۰۷ مکلوڈ اسٹریٹ کلکتہ

فرود آئی کہ ایں خانہ جاناں خانۂ تست

۱۲/ اکتوبر ۱۳ء۔

## مکتوب۔ ۲۱

مکلوڈ اسٹریٹ ۱۰۷ کلکتہ

مجی! میں نہیں جانتا کہ آپ کس چیز کا تفصیلی جواب چاہتے ہیں، روپے تیار ہیں کہ بروقت اطلاع فوراً بھیج دیجیے، مفصل مطبوع خط شرکت پھر بھیجوں گا۔

آپ کی انگریزی کی ترقی کی خبر رشک بلکہ حسد کے ساتھ سنتا ہوں، مولانا شبلی کا وظیفۂ حیدرآباد ۳۰۰ ماہوار ہو گیا اور میرا کچھ نہیں ہوا، جانتا تھا کہ آپ جواب خط میں نہایت سریع القلم ہیں مگر واقعات تکذیب کرتے ہیں۔

والسلام

سید سلیمان۔ ۲/ نومبر ۱۳ء

حاضر الوقت عبدالصمد (۱۲)

السلام علیکم

مولانا سلیمان عرف سلو آپ کے خط کا جواب ماشاء اللہ دیتے ہیں، اب شکایت مجھ سے مولوی سلیمان صاحب کی نہ کیجئے گا۔

## مکتوب۔ ۲۲

پدم جی ہاؤس پونہ

مجی! زادک اللہ دلالا

نازو انداز موقوف، جد ہے ہزل نہیں۔ ۱۳، ۱۴/ اپریل کو طلبائے قدیم کا جلسہ ہے لکھنؤ میں

تمام لوگ آئیں گے،آپ کو بھی آنا پڑے گا۔سخت ضرورت ہے،مئی میں دیسنہ ہی میں رہنا پڑے گا، میں بھی رہوں گا،گو لکھنؤ میں بہت کام ہیں،شاید آپ کو طلبہ سے ندوہ کی بدقسمتی کا حال معلوم ہو،آپ کیا اس وقت ندوہ کی امداد کریں گے۔

مولوی مسعود علی جن کو شاید آپ بھول گئے ہوں کہ یہ آپ کی عادت ہے ابھی تین چار ماہ ہوا کہ دیسنہ گئے تھے،فوراً آؤ دیر نہ کرو،دارالعلوم اپنا قرض تم سے طلب کرتا ہے۔ والسلام

۲/اپریل ۱۴ ۔سید سلیمان

## مکتوب ۔۲۳

پدم جی ہاؤس،بمبئ،پونہ

مجی! السلام علیکم

آپ نے میرے نام کے ساتھ پروفیسر کالج لکھا،یہاں متعدد کالج ہیں،خط فرگیوسن کالج چلا گیا،جہاں کے بورڈ سے اتفاقاً ہمارے کالج کے ایک لڑکے نے نکال کر ہم کو پہنچایا،میرے کالج کا نام دکن کالج ہے،مضمون عریضہ بھیجتا ہوں،ایڈریس کے قاعدہ کے مطابق لکھا گیا ہے،اس سے بڑا نہ ہو،آپ ترمیم کر سکتے ہیں۔

میں بخیریت ہوں،آپ بھی خیریت سے ہوں گے،اب فرمایئے کہ آپ کے یہاں تعطیل اب کب ہے،وہی ایک سال کے بعد یا اس کے اندر ہی،کبھی کبھی لطف نامے سے مسرور کیا کیجیے۔

والسلام

سید سلیمان ۔۸/جولائی ۱۴ء

## مکتوب ۔۲۴

پدم جی ہاؤس ۔ پونہ

جناب من!

میں کون ہوں مجھ کو پہچانئے،اگر پہچانتے ہیں تو کیوں کر میں یہاں پہنچا،اگر میرے یہاں پہنچنے کا سبب جانتے ہیں تو بتانے کی حاجت نہیں،اور اگر نہیں جانتے تو وہ دوست نہیں جو دوست کی حالت سے اس درجہ بے خبر ہو۔

گرمی میں کیا آپ کے یہاں تعطیل ہوگی، اور اگر ہوگی تو کب سے کب تک، اور آپ اس تعطیل میں کہاں ہوں گے، میں تو اس تعطیل میں دیسنہ میں ہوں گا، آپ نے سنا ہوگا کہ ابوظفر کی بیوی کا ملانواں میں انتقال ہوگیا، ظفر کو بہت صدمہ ہوا، آپ نے میری خبر نہ لی؟ اس کارڈ سے صرف یہ ٹٹولنا ہے کہ خبر نہ لی تو نہ لی آیا محبت بھی باقی ہے یا نہیں۔　　والسلام

ہجراں نصیب سید سلیمان۔

۱/ مارچ ۱۴ء

## مکتوب ۔ ۲۵

۲۱/ مارچ ۱۶ء

اللہ رے ناز حسن کہ بولیں بھی وہ تو یوں　　ہاں وہ کہاں ہے، در پہ جو میرے پڑا رہا

بھولے دوست! جسے میں کبھی یاد نہ آؤں، آپ کو دارالمصنّفین کا خیال آیا تو غیر سے استفسار کی کیا حاجت تھی، شاید میں سزاوار خطاب نہ تھا، قواعد کی دو کاپیاں مرسل ہیں۔

راس مسعود صاحب کو بھی میں الگ خط لکھ رہا ہوں اور قواعد بھی الگ بھیجتا ہوں، عنقریب یہاں سے کوئی علمی رسالہ شائع ہو، خریداری کے لئے تیار رہئے، سنا ہے کہ آپ کو کٹک سے بانکی پور آنے کی ہوس ہے۔　　سید سلیمان

## مکتوب ۔ ۲۶

شبلی منزل اعظم گڈھ،

محبی زاد لطفہ!　　السلام علیکم

میں ۱۸/ کو براہ مغل سرا روانہ ہوں گا، تساہل نہ کرنا ہوگا، پونہ ضرور آؤ، دنیا تم نے دیکھی نہیں، دنیا میں تم کو وہاں دکھاؤں گا، اور بمبئی میں تو کونین۔

آپ ہی بتائیے کہ پھر بچھڑے احباب سے ملنے کا کب اتفاق ہوگا، شاید مولوی شفیع بھی جائیں، لباس مولویانہ ہو، عبا ضرور رہے، وہاں مولویوں کی کثرت دکھانی ہے، اگر آپ میرے رسالہ کے خریدار ہیں تو میں بھی آپ کا خریدار ہوں، پھر زبانی باتیں ہوں گی۔　　سید سلیمان

۱۱/ اپریل ۱۹۱۶ء

## مکتوب۔ ۲۷

اعظم گڈھ

برادرمکرم! السلام علیکم

مسرت نامہ کا شکریہ، بحمداللہ کہ ایک لڑکی کے فرض سے سبک دوشی ہوئی۔

## مکتوب۔ ۲۸

اعظم گڈھ

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ! السلام علیکم

میں سفر میں تھا، لاہور وسہارنپور ودہلی میں رہا اور سخت سردی کھائی، زکام، نزلہ اور کھانسی میں مبتلا ہوا، اب چندروز سے اچھا ہوں، آپ کے حکم کی تعمیل کردی گئی، امید ہے کہ اب تک کارروائی ہوچکی ہوگی۔

حاجی معین الدین (۱۳) صاحب سے کہہ دیجئے کہ رسالے آپ کے پاس بھجوادئے گئے ہیں، پہنچے ہوں گے، کام نکلنے کے بعد جلد واپس کردیں، الحمدللہ خیریت ہے، امید ہے کہ آپ بھی یکہ کی سواری کی سزا بھگت کر پلنگ چھوڑ چکے ہوں گے۔ (۱۴) والسلام

سلیمان

## مکتوب۔ ۲۹

گسٹ ہاؤس

حیدرآباددکن

برادرم! السلام علیکم

آپ کو شکایت ہوگی کہ میں نے خط مورخہ ۱۵/جنوری کا جواب تک نہیں دیا، واقعہ یہ ہے کہ میں اس وقت سے برابر سفر میں ہوں، کلکتہ تھا، لکھنؤ تھا اور آج کل حیدرآباد میں ہوں، یہاں سے پونہ اور بمبئی جاؤں گا، اور غالباً ۲۰ فروری تک واپس آؤں گا۔ آپ نے جس کام کے لئے لکھا تھا میرا خیال تھا کہ مدرسہ بورڈ کے جلسہ کے موقع پر ان سے زبانی کہوں گا۔

مگر صورت حال ایسی ہوئی اس جلسہ میں شرکت نہیں ہوسکتی، میں نے ان کو ڈاک سے رانچی خط لکھ دیا ہے، خدا کرے کہ وقت پر پہنچے اور کام بن جائے، میں نے پوری قوت سے لکھا ہے۔

الحمدللہ خیریت ہے اور آپ کی خیریت کا داعی۔ والسلام

سید سلیمان ۔ ۳۱؍ جنوری ۱۹۴۰ء

## مکتوب ۔ ۳۰

اعظم گڈھ

برادر مکرم! السلام علیکم

مسرت نامہ کا شکریہ۔

بحمداللہ ایک لڑکی کے فرض سے سبکدوشی ہوئی ،اللہ تعالیٰ زوجین کو سعادت دارین نصیب فرمائے۔سفر رانچی گیا ہوکر ہوا اور واپسی بھی ادھر ہی سے ہوئی،اس سفر کے نتیجہ سے شاید آپ لوگ خوش ہوں گے،اور میرے خلاف جو بدتمیزی کا طوفان اٹھایا گیا تھا اس سے ہنگامہ سازوں کو ندامت ہوگی، سبحان اللہ ھذا بھتان عظیم۔

بھائی! اس دنیا میں اطمینان کسے نصیب؟ الابذکر اللہ تطمئن القلوب کا نسخہ سب کو معلوم ہے۔مگر اس نسخہ کے استعمال کی توفیق سب کو نہیں ملتی،لیکن وہ جو ہمت کرے اور اس توفیق کا دست نگر اور طالب ہو۔والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔امید ہے کہ بفضل الٰہی اب آپ کے گھر میں خیریت ہو۔

بھائی داود صاحب (۱۵) مرحوم کی وفات سے دل سرد ہے،دوسری تقریب باقی ہے (۱۶)، اللہ تعالیٰ اس کا انجام بھی بخیر کرادے۔ والسلام

وہی طالب علم سید سلیمان

۱۳۶۰ھ،نومبر ۴۱ء

## مکتوب ۔ ۳۱

اعظم گڈھ

برادرم مولوی سید محمد قاسم صاحب! زادکم اللہ حباً! السلام علیکم

محبت نامہ ملا،اور عم محترم مرحوم کے سوانح حیات بھی (۱۷)،میں پریشان خاطر تھا،میری چھوٹی بچی جاتی رہی،پھر میں خود دورانِ سر میں مبتلا ہوگیا،اب اچھا ہوں،وطن کا قصد تھا مگر بلووں

(۱۸) کی خبر سے سفر ملتوی کر دیا، اب آخری مئی تک قصد ہے، حاجی [خالی جگہ ]............اور زیادہ مضطرب کر دیا[......اللہ تعالیٰ] مغفرت فرمائے۔

ہاں بھائی میں وہابی ہو گیا ہوں، مگر آج نہیں بنا ہمیشہ سے تھا، اور آپ بھی ہیں، اور آپ کے والد بھی تھے، یہ نیا پروپیگنڈا میرے خلاف کیوں ہوا ہے، جو میں آج ہوں وہی ہمیشہ سے تھا۔ اعتصام بکتاب اللہ وسنۃ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر مذہب اور کیا چاہیے۔ والسلام

سید سلیمان

۸/مئی ۱۹۴۱ء

## مکتوب۔۳۱

دار العلوم ندوہ، لکھنؤ

برادرم اعلیٰ اللہ شانکم ۔

آپ کے والد ماجد کے احوال شریفہ حوالۂ الندوہ کر دئے گئے، امید ہے کہ ایک دو ماہ میں طبع ہو جائیں۔(۱۹)

میں نے مولوی سلیم اللہ صاحب کے پاس اپنے سفر رانچی کا بل بھیج دیا تھا، اب مارچ آخر ہو رہا ہے، معلوم نہیں انہوں نے ڈائریکٹر کے دفتر میں دے دیا یا نہیں، ان سے پوچھ کر لکھئے کہ کیا ہوا، اسی طرح مولوی فضل رب صاحب کو بھی پوچھئے کہ ان کے بل کے روپے اس سال ملیں گے یا نہیں۔

دیسنہ میں دو سادھوؤں کے ہنگامہ کا حال سنا ہوگا، اب بتائیے امن کہاں ہے، شہر میں یا دیہات میں، الحمدللہ خیریت ہے، جواب اعظم گڈھ لکھئے، آج یہاں طلبائے قدیم کی مجلس ہے۔

والسلام سید سلیمان، ۱۵/مارچ ۱۹۴۲ء

## مکتوب۔۳۲

میرٹھ

برادر عزیز! دام حبکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا جانے آپ مجھے کیا کیا الزام دے رہے ہوں گے، حالاں کہ میں بے قصور ہوں۔ آپ

کا لفافہ مجھے اعظم گڈھ میں اس وقت ملا جب میں سفر لکھنؤ کے لئے پابہ رکاب تھا، میرے پاس اس وقت ایک ہی لفافہ تھا جس میں میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کردی اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کو ''فنظرۃ الی میسرۃ'' پر موقوف رکھا، لکھنؤ میں دو تین روز رہا، کئی سال کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی آئے تھے، ان کی خدمت میں آمد و رفت رہی پھر میری طبیعت مضمحل ہوگئی، اسی حالت میں بضرورت میرٹھ روانہ ہوگیا، اب یہاں سے جواب لکھ رہا ہوں۔

الحمدللہ میں اچھا ہوں، یہاں آیا تھا کہ اہل و عیال کو لے کر پٹنہ اور پھر دیسنہ آؤں، مگر سید حسین کے دونوں بچے بیمار ہیں، اور آج اہلیہ کو بخار آگیا، اللہ تعالیٰ ان سب کو جلد آرام دیں تو دو چار روز میں پٹنہ کے لئے سفر کروں۔ میں نے اسی وقت اعظم گڑھ سے آپ کے پرنسپل صاحب کے نام ایک خط ''بمعنون معلوم'' لکھ کر بھیج دیا تھا شاید اس کا جواب آیا ہو، مجھے اب ڈاک لکھنؤ یا پٹنہ میں ملے گی تو حال معلوم ہوگا۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب فرمائیں، اس زمانہ میں اور اس گرانی کے عالم میں آمدنی کی تھوڑی تخفیف بھی بہت محسوس ہوتی ہے۔

دیکھئے آپ کے صوبہ میں نئے انتظامات کس اصول پر چلیں، میری ''ناظرف داری'' اس لحاظ سے مفید ہوگی کہ درباداری کی زحمت سے نجات ملے گی۔ والسلام

سید سلیمان، ۲/اپریل ۱۹۴۶ء

## مکتوب۔۳۳(۲۰)

بھوپال

اخی العزیز!............عافاکم اللہ تعالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا خط ملا، حالات سے آگاہی ہوئی جی ہاں، آل اولاد کی خواہش اسی لئے کی جاتی ہے کہ بڑھاپے میں ان سے مدد ملے مگر افسوس کہ یہ خواہش بہت کم پوری ہوتی ہے، ایک شاعر نے طعناً کہا ہے ؎

تو بجائے پدر چہ کردی خیر ؟ کہ ہمان چشم از پسر داری

یعنی مجھ سے میرے باپ کو کیا آرام ملا جو میں اپنے لڑکے سے امید رکھوں۔ اس میں فرزند نرینہ اور دختر سب برابر ہیں، اور سب اوہام ہیں، خلوت خانۂ حق کے سوا کہیں آرام نہیں۔

جز بخلوت گاہ حق آرام نیست

آپ کے قدیم رفقائے مدرسہ کی علاحدگی بے شبہ آپ کے لئے بار ہوگی مگر اس دنیا میں کون ہمیشہ رہنے کو آیا ہے، آج وہ کل ہماری باری ہے۔

دیسنہ کا اس پیری میں قیام کا خیال ہمیشہ سے تھا اسی لئے وہاں سب کچھ لگایا مگر افسوس کہ انقلاب زمانہ نے سارے منصوبے خاک میں ملا دیے، اب تو یہ بھی نہیں معلوم کہ بقیہ ایام کہاں گذریں گے۔ حج کا ارادہ امسال بھی ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالی موانع مرتفع فرمائیں۔

ابھی حضرت پیر یعقوب صاحب کی مجلس میں آپ کا ذکر آیا، آپ کو اب تک یاد رکھتے ہیں، (۲۱) حکیم چچا (۲۲) اور عبدالحفیظ اور عبدالقیوم کو یاد رہے تو سلام کہہ دیجئے۔

سید سلیمان

---

## حواشی

(۱) شاید مکتوب الیہ اس وقت ندوہ میں داخل ہو چکے تھے اور سید صاحب کو بھی ندوہ بلانا چاہتے تھے۔ (۲) مولانا شاہ سلیمان پھلواروی مراد ہیں۔ (۳) مکتوب الیہ ندوہ چھوڑ کر دیوبند چلے گئے تھے۔ (۴) ندوہ کا سالانہ جلسہ مراد ہے۔ (۵) شاید شیخ خلیل عرب کے والد مراد ہوں۔ (۶) معلوم نہیں مولانا عبدالباری ندوی مراد ہیں یا سید صاحب کے ایک عزیز جو ندوہ میں ان کے ہم درس تھے۔ (۷) اس زمانہ میں یہ سید صاحب نے یہ تخلص اختیار کیا تھا، کبھی کبھی اسی پر اکتفا کرتے، اس کے بعد شاید پس کارڈ لکھی گئی دوسرے دوست کی تحریر ہے۔ (۸) سید صاحب کے مکتب کے رفقاء میں تھے۔ (۹) غالباً ندوہ کے فاضل اور سید صاحب کے ہم درس مولانا رکن الدین دانا سہسرامی مراد ہیں۔ (۱۰) مجلہ البیان عربی شائع شدہ لکھنؤ جس کے سید صاحب ایک ڈیڑھ سال ایڈیٹر رہے تھے۔ (۱۱) حضرت مولانا محمد علی مونگیری مراد ہیں۔ (۱۲) یہ پس پوسٹ کارڈ لکھا گیا ایک دوسرے رفیق درس کا خط ہے، جو ان دونوں کے ہم مکتب تھے، اور اس وقت کلکتہ میں ان کا کاروبار تھا۔ (۱۳) حاجی صاحب اور مولانا دونوں مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تھے۔ (۱۴) یہ اور اس سے پہلے کے مکتوب میں تاریخ نہیں لیکن حاجی صاحب کا ذکر ہے تو یقیناً ۴۰ء سے پہلے کا ہوگا۔ (۱۵) سید صاحب کے چچازاد بھائی اور ان کے داماد کے والد۔ (۱۶) یعنی ابو عاصم کی شادی سے دو ماہ قبل ہی ان کے والد سید داود صاحب کا انتقال ہوگیا تھا، سید صاحب کے دوسرے مکاتیب میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

(۱۷) سید صاحب نے مکتوب الیہ سے ان کے والد حضرت مولانا سید تجمل حسین کے حالات کی تفصیل دریافت کی تھی کہ مرتب کر کے شائع کریں یا خود انہوں نے ہی آمادہ کیا ہوگا۔ (۱۸) غالباً بہار کے فسادات کی طرف اشارہ ہے۔ (۱۹) مولانا کے حالات سید صاحب کے قلم ۱۹۴۲ء کے الندوہ کے کسی شمارہ میں ارکان واعیان ندوہ کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔ (۲۰) اس خط میں تاریخ درج نہیں لیکن مشمولات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ۴۹ یا ۴۸ء کا ہوگا، اس لئے کہ اس میں سفرحج کا ذکر ہے اور وہ اسی سال پیش آیا۔ یعنی ۴۹ء میں اور ارادہ ۴۸ء میں بھی ہوا تھا جیسا کہ تذکرہ سلیمان مصنفہ مولانا غلام محمد میں مذکور ہے۔ (۲۱) مولانا سید تجمل حسین صاحب کے قیام بھوپال کے دوران ان کے صاحب زادے بھی وہاں تھے، اور سید صاحب کے بڑے بھائی حکیم سید ابوحبیب صاحب بھی شاہ ابواحمد بھوپالی کے مجاز وخلیفہ تھے، مولانا شاہ یعقوب صاحب مجددی اس وقت طالب علم تھے اور بھوپال سے مولانا شاہ قاسم (مکتوب الیہ) کے ساتھ ندوہ پڑھنے آئے تھے اور کچھ دن یہاں قیام رہا تھا، چنانچہ دونوں کی بچپن کی دوستی تھی، سید صاحب سے ملاقات میں ان کا ذکر آیا ہوگا۔ (۲۲) سید صاحب کے عزیز خاص اور رشتہ کے چچا سید عبدالحکیم رحمانی مراد ہیں جن کے نام سید صاحب اور علامہ شبلی کے بھی مکاتیب ہیں، کتب خانہ دیسنہ کا فروغ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ تھا، انہوں نے اپنی علمی زندگی کا آغاز پٹنہ کے اخبارات ورسائل میں مضمون نگاری سے کیا، جوانی میں ان کے بے شمار مضامین شائع ہوئے، بالخصوص اخبار الپنچ بانکی پور (پٹنہ) کے مستقل کالم نویس تھے، اور مختلف ناموں سے لکھا کرتے تھے، جن میں ایک نام ''نام کے حکیم'' مشہور تھا، تعلیم کی تکمیل کہاں کی اس کا صحیح پتہ نہیں چلتا، وطن ہی میں مطب کے ذریعہ عوام الناس کی خدمت کے ساتھ وہاں کی معاشرتی اور علمی خدمت بھی انجام دیتے رہے، انجمن دیسنہ کا سالانہ اجلاس انہیں کی کوششوں کا رہین منت ہوتا تھا، اس سالانہ اجلاس کے متعدد سالوں کی رودادیں ان کے قلم کی یادگار ہیں جو خدا بخش لائبریری میں قلمی محفوظ ہیں، پورا نام ابوالکمال حکیم سید عبدالحکیم رحمانی تھا، رحمانی نسبت شاید حضرت مولانا محمد علی مونگیری کی نسبت بیعت کی بنا پر ہو، سید صاحب کے علمی آثار سے خاص دلچسپی تھی اور اس کی حفاظت کا پورا اہتمام تھا، مولانا شاہ معین الدین صاحب ندوی نے ان کی وفات پر شذرات میں ان کا ماتم کیا تھا جو ان کے مجموعہ میں شامل ہے لیکن ان کی یہ بات درست نہیں کہ حکیم صاحب زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے، ہاں کسی ادارہ میں رہ کر روایتی تعلیم پائی ہو اس کا پتہ نہیں چلتا لیکن وسعت مطالعہ اور حسن تحریر دونوں میں ممتاز تھے، حکیم تھے اس لئے عجب نہیں کہ کسی استاد فن سے اس کی بھی تحصیل کی ہو۔

## اخبار علمیہ

### ''میوزیم آف اسلامک آرٹ''

میوزیم آف اسلامک آرٹ، مصر دنیا میں اپنی نوعیت کا سب سے بڑا اور عظیم الشان میوزیم ہے، اس میں ہندوستان، چین، ایران، سعودیہ عربیہ، شام، جنوبی افریقہ واندلس اور خود مصر سے وابستہ تقریباً ایک لاکھ قدیم زمانہ کے باقیات ودستاویزات اور آثار ہیں، یہ مصر کے دارالسلطنت کیرو (قاہرہ) کے دل باب الخلق میں واقع ہے اور یہیں اسلامی دنیا کا سب سے بڑا تعلیمی ادارہ بھی ہے۔ یہ علاقہ مختلف دھات اور لکڑی کے کاموں، ٹکسٹائل اور دوسرے وسائل وذرائع کے لیے بھی مشہور ہے۔ اس میوزیم کا تخیل پہلے پہل اسماعیل پاشا کے عہد حکومت میں پروان چڑھا۔ میوزیم میں قدیم وجدید زبانوں میں نادر مخطوطات اور کتابوں پر مشتمل کتب خانہ بھی ہے اور ساتھ ہی اسلامی اور تاریخی دستاویزات کے بارے میں اچھی خاصی کتابوں کا انتخاب بھی ہے۔ متعدد ایسے ہال ہیں جہاں سکے، ہتھیار، زیورات اور ایسی اشیا رکھی ہوئی ہیں جو زمانہ قدیم میں مصری اپنی روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے تھے، اسی طرح میوزیم آف اسلامک آرٹ، دنیا کے ان بڑے اور عظیم الشان میوزیموں میں ہے جہاں تاریخ بالخصوص مصر کی اسلامی وراثت سے متعلق نادر مخطوطات، دستاویزات اور آثار محفوظ ہیں۔

(ینگ مسلم ڈائجسٹ (انگریزی رسالہ) اگست ۲۰۱۹ء، ص ۴۳)

---

### ''سعودی عرب میں احترام اذان ونماز کے قانون میں نرمی''

ادھر چند سالوں سے سعودیہ عربیہ میں ''تبدیلی'' کی ایک لہر چل رہی ہے جس کی سب سے زیادہ زد مذہبی قوانین وآداب ورسوم پر پڑ رہی ہے۔ اب خبر ہے کہ سعودی عرب میں احترام اذان ونماز کے قانون میں نرمی لائی گئی ہے یعنی اب دکانیں اذان اور نماز کے وقت جبراً بند نہیں کرائی جائیں گی۔ سعودی حکومت کی جانب سے اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے سعودی اقتصادیات میں استحکام آئے گا اور کاروبار وتجارت کو اس قانون کی وجہ سے جو مالی خسارہ ہوتا تھا اس کی بھرپائی ہوگی یعنی فجر کو چھوڑ کر ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازوں کے لیے ہر بار کم از کم نصف گھنٹے کے لیے دکانیں بند ہوتی تھیں، اس سے مملکت کو بڑا نقصان ہوتا تھا۔ رپورٹ کے مطابق سعودی مشاورتی کمیٹی کے ایک سینئر رکن نے دعویٰ

کیا ہے کہ حکومت کی جانب سے کاروباری قوانین میں اس نرمی سے مملکت کو اربوں ریال سالانہ کا فائدہ ہوگا۔ رپورٹ کے مطابق بعض دکانداروں کے پاس حکومت کی جانب سے جاری کردہ وہ اجازت نامہ ہے جس میں مرقوم ہے کہ حکومت نے بازاروں اور ہوٹلوں سمیت عام دکانوں کو ۲۴ گھنٹے کھلا رکھنے کی اجازت دی ہے جس میں نماز کے اوقات بھی شامل ہیں یعنی اب نماز کے لیے دکانیں بند کرنے کی حکومت کی جانب سے کوئی پابندی نہ ہوگی۔ حالانکہ گذشتہ برس سعودی مذہبی پولیس نے اپنے ٹوئیٹر پیغام میں متنبہ کیا تھا کہ نمازوں کے اوقات میں کاروبار کرنا غیر قانونی اور غیر شرعی ہے کیوں کہ نماز دین اسلام کا بنیادی ستون ہے۔ سعودی حکومت نے اضافی رقم وصول کرکے چوبیس گھنٹے کاروبار تجارت چلانے کے اجازت ناموں کے اجرا کا مقصد ملکی معیشت کو مستحکم کرنا بتایا ہے۔ امریکی تھنک ٹینک نے سعودی حکومت کے اس اقدام پر خوشی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملازمین کی صلاحیت کار میں اضافہ اور تجارتی سرگرمیوں میں تیزی آئے گی۔ (منصف حیدرآباد، ص ۸، ۳۱/اگست ۲۰۱۹ء)

---

## ''قدیم ترین درخت کی نشوونما''

یورپ کے پولینو نیشنل پارک میں ''اٹالس'' نام کا ایک درخت ہے جس کی عمر کا محتاط اندازہ ۱۲۳۰/سال لگایا گیا ہے۔ دلچسپ اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس میں نشوونما کا عمل آج بھی جاری ہے، یہ ہیلڈرخ پائن کی ایک قسم ہے۔ پہاڑوں کی بلندی پر ہونے کے سبب اس تک عام رسائی مشکل ہے، ایکولوجی جرنل میں شائع رپورٹ کے مطابق یہ ۷۸۹ عیسوی میں اگنا شروع ہوا تھا اور اسی سال قدیم مہم جو وائیکنگ پہلی مرتبہ انگریزوں کی سرزمین پر اترا تھا۔ جنوبی اٹلی میں موجود اس درخت پر یونیورسٹی آف ٹسکیا کے ماہرین نے چار سال تک تحقیق کی ہے اور بتایا ہے کہ اس کے نچلے تنے کے اندرونی دائرے کئی عشروں سے بڑھ رہے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ درخت نشوونما کے مرحلہ سے آج بھی گزر رہا ہے۔ ایک ہزار سال میں اس درخت نے شدید ترین موسموں کا مقابلہ کیا ہے۔ قرون وسطیٰ میں اس نے بہت سردی دیکھی اور حال ہی میں گرمی کی شدت کو بھی سہا ہے۔ جب کہ بحیرۂ روم کے کئی درختوں کی نشوونما میں موسمی مار کے سبب بہت فرق آچکا ہے، اس جائزہ و مطالعہ سے ماہرین کو یہ جاننے کا موقع ملے گا کہ ایسے درخت اور جنگلات کس طرح موسمی تبدیلیوں سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔

(احمد ٹائمز، ستمبر ۲۰۱۹ء، ص ۳۰)

---

## ”ضیاء بار پودوں کی ایجاد“

امریکی سائنس دانوں نے نینو پارٹیکلز کی مدد سے ایسے جنیاتی پودے تیار کر لیے ہیں جن کی مدد سے ٹیبل لیمپ کے برابر روشنی مل سکتی ہے۔ ساتھ ہی مستقبل میں ایسے درخت تیار کرنے کا بھی منصوبہ ہے جس سے ایئرپورٹس، عام شاہراہوں اور دیگر کھلے مقامات کو حسب ضرورت روشنی مل سکے، امریکہ کے میساچوسٹس انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ محققین کے مطابق چونکہ پودے اپنے شاندار میٹابولزم نظام کے تحت اپنی مرمت خود کر لیتے ہیں اور ان کے پاس اپنی توانائی موجود ہوتی ہے۔ اس سے نینو بایونکس ٹکنالوجی کے تحت ان کے پتوں اور تنوں میں نینو کیمکل پارٹیکلز ڈالے جارہے ہیں تاکہ وہ روشنی کو جذب کرکے اس کو چہار سو منتشر کرسکیں، ان پودوں کا نام ”نینو بایونک پودا“ رکھا گیا ہے۔ ۱۸/اقسام کے پودوں میں اس کا تجربہ کیا گیا لیکن سب سے اچھا نتیجہ Watercress نامی آبی پودے سے ملا ہے۔ ان پودوں میں لوسی فیریز نامی ایک روشنی خارج کرنے والا خاص کیمیائی انزائم استعمال کیا گیا ہے، یہ وہی حیاتی کیمیائی مادہ ہے جس کے سبب سے جگنوؤں کے جسم سے اندھیروں میں روشنی خارج ہوتی ہے، اس کے علاوہ اس میں ایک دوسرا مالیکیول بھی استعمال کیا گیا ہے، یہ وہی کیمیائی مادہ ہے جو دراصل لوسی فیریز کے تحرک سے پیدا ہونے والے ردعمل کو روکنے میں معاون ہے، اس ضمن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ اس سے قبل بھی پودوں میں روشنی پیدا کرنے کے لیے جنیاتی سطح پر بھی تحقیق ہو چکی ہے لیکن جو پودے تیار کیے گئے تھے ان سے خارج ہونے والی روشنی انتہائی مدھم تھی۔ رپورٹ میں اس کی افادیت کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اب جو پودے تیار کیے جائیں گے ان کی روشنی معقول حد تک تیز ہوگی۔ گھروں کو روشن کرنے کے لیے بلب وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوگی اور رات میں میز پر رکھے گملے میں اگے پودے کی روشنی میں کتابیں پڑھی جاسکیں گی۔ عالمی سطح پر جتنی بجلی پیدا کی جاتی ہے اس کا ۲۰ فیصد اس کے حصول پر خرچ کیا جاتا ہے، اس سے اس رقم میں کافی بچت ہوگی۔

(منصف حیدرآباد، ۴/ستمبر ۲۰۱۹ء، ص ۸)

(ک ص، اصلاحی)

## وفیات

# علامہ سید سلیمان ندویؒ کی منجھلی صاحبزادی

## سیدہ شکیلہ کا انتقال

☆ڈاکٹر سید ارشد اسلم

علامہ سید سلیمان ندویؒ کی منجھلی صاحبزادی محترمہ شکیلہ خاتون اہلیہ کمشنر جناب سید حسین صاحب (آئی ،اے،ایس ) کا علی گڑھ کے حنا منزل میں ۲۰ راگست ۲۰۱۹ء کو صبح پانچ بجے ۹۲ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔محترمہ عابدہ وزاہدہ،صابرہ وشاکرہ،ذاکرہ وشاغلہ،حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد کا پورا خیال رکھنے والی شریعت کی بہت پابند خاتون تھیں۔یقیناً رحمت ومغفرت کا تاج ان کے سر پر ہوگا۔

سید صاحب کی چار لڑکیاں شمیمہ،شکیلہ،شمیسہ اور ثوبیہ( گھریلو نام تارا) تھیں۔جن میں سے تین کا انتقال ہو چکا ہے۔ایک بیٹی شمیسہ (بیگم ڈاکٹر سید عطاء اللہ) حیات ہیں اور کراچی میں مقیم ہیں۔ سید صاحب کے صاحبزادوں میں بڑے بیٹے سید ابوسہیل کا انتقال ۱۵ر دسمبر ۱۹۹۵ء میں کراچی میں ہوگیا۔سید صاحب کے دوسرے بیٹے پروفیسر سید سلمان ندوی ہیں جو ۶ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو شبلی منزل اعظم گڈھ میں پیدا ہوئے،وہ جنوبی افریقہ کی ڈربن یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدر شعبۂ مطالعہ اسلامیات رہ کر اور ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وہیں مقیم ہیں۔کئی سال امریکہ اور برطانیہ میں سینٹ کراس کالج اور آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں ۔اس کے علاوہ وہ ڈین فیکلٹی آف آرٹس،وائس چانسلر کے خصوصی صلاح کار اور سینٹ کے رکن بھی رہ چکے ہیں۔

(سید صاحب کی بڑی صاحبزادی شمیمہ عاصم کے انتقال پر میری ایک تعزیتی تحریر ''معارف'' مئی ۲۰۱۸ء میں شائع ہو چکی ہے۔

محترمہ شکیلہ خاتون کی پیدائش بہار کے مظفر پور شہر کے ''پارو'' نام کے ایک گاؤں میں ۱۹۲۷ء میں ہوئی تھی ۔اس گاؤں میں سادات کا ایک قدیم گھرانہ آباد ہے۔اسی خاندان میں علامہ سید سلیمان ندوی کا نکاح ثالث ۱۹۲۳ء میں سید شاہ ولی اکرم صاحب کی صاحبزادی سیدہ سلیمہ خاتون سے ہوا تھا،سید شاہ ولی اکرم

---

☆ پٹنہ،بہار۔

صاحب کی دو ہی اولادیں تھیں، ایک سید محمد اسلم صاحب دوسری سیدہ سلیمہ خاتون ۔ سید محمد اسلم صاحب سید صاحب کے ساتھ ہی دارالمصنّفین اعظم گڈھ میں رہا کرتے تھے اور دارالمصنّفین میں لائبریرین بھی تھے۔

شکیلہ مرحومہ کی ابتدائی تعلیم سید صاحب کے زیر سایہ دارالمصنّفین کے علمی وادبی ماحول میں ہوئی، جہاں ان کا دینی، علمی اور ادبی ذوق خوب پروان چڑھا۔

ان کا نکاح الہ آباد کے رہنے والے سید حسین صاحب (آئی، اے، ایس) سے ۵؍نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵؍شوال ۱۳۶۰ھ کو ہوا۔ شبلی منزل میں خود علامہ سید سلیمان ندوی نے نکاح پڑھایا، سید حسین صاحب عارف باللہ حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ صاحب شروانی جلال آباد کے خلیفہ ومجاز بیعت تھے ۔ سید حسین صاحب جب تک حیات رہے ان کے گھر پر پابندی سے فجر اور عصر کی نماز کے بعد مجلس کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ ان کے اندر وہ تمام خوبیاں تھیں جن سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قرب کی سعادت حاصل ہوتی ہے، وہ اخلاق عالیہ سے مزین تھے، اعلیٰ عصری تعلیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دین کی فہم وبصیرت سے جس طرح نوازا اس کی مثال کم ہی ملتی ہے۔

ان کے کلام اور ملفوظات کے کئی مجموعے ''ملفوظات عصر حاضر'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں، جس سے نہ جانے کتنے بندگان خدا کو فیض پہنچا ہے، سید حسین صاحب کا گھرا گر ایک صحیح مسلمان اور شریعت پر گامزن کا گھر تھا تو اس کی بڑی وجہ شکیلہ مرحومہ کا وجود تھا۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی صبر وشکر کے ساتھ شرعی احکام کی پابندی اور شوہر کے حکم وفرمانبرداری میں گزار دی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ اپنے والد محترم علامہ سید سلیمان ندوی سے بھی دینی وشرعی معاملات میں ہدایات حاصل کرتی رہیں اور کہنا چاہیے کہ وہ خود بھی عارفہ وکاملہ خاتون بن گئیں ۔ ان کے نام سید صاحب کے بہت سارے خطوط ایسے ہیں جن کے بارے میں بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ خطوط نہیں بلکہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں مسلم معاشرہ کی خوبیوں، خامیوں اور کوتاہیوں کو دیکھا جاسکتا ہے اور ان میں موجود ہدایات سے معاشرتی زندگی کو کامیاب مثالی زندگی بنایا جاسکتا ہے۔

شکیلہ مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا، سات بیٹے ہوئے اور سب کے سب اعلیٰ تعلیم سے آراستہ اور بڑے عہدوں پر فائز ہوئے ۔ ان کا ایک خط اور جواب میں سید صاحب کا گرامی نامہ افادۂ عام کی غرض سے پیش کیا جاتا ہے۔

---

۸۶ے

۲۸ر نومبر ۱۹۴۸ء
اناؤ

ابا جان! السلام علیکم۔
امید کہ بخیریت ہوں گے۔ یہاں بھی سب لوگ اچھے ہیں، سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا لکھوں اور کس طرح لکھوں۔ جب آپ سے ملاقات ہوتی ہے تو کچھ زبانی کہتے ہوئے حجاب معلوم ہوتا ہے، خدا جانے کیوں۔

میرا دل کسی طرح نماز میں نہیں لگتا ہے، نیت باندھتے ہی خیال ادھر ادھر دوڑنے لگتے ہیں، پھر نماز کی طرف دل لگاتی ہوں، ایک منٹ کے اندر پھر دوسری باتیں سوچنے لگتی ہوں، بس زبان چلتی رہتی ہے، یہ بھی پتہ نہیں رہتا ہے کہ اس سے پہلے رکعت میں کون سی سورہ پڑھی تھی۔ نماز پڑھنے کھڑی ہوتی ہوں تو جلدی جلدی پڑھ کر ختم کر دیتی ہوں بالکل دل نہیں لگتا ہے۔ نفل تو کبھی پڑھتی ہی نہیں ہوں آپ کچھ ایسی باتیں بتلا دیں کہ میرا دل نماز میں لگے اور ٹھیک سے نماز ادا کروں اور بھی جو کچھ کہیں گے انشاءاللہ سب پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ کلام پاک بھی روز پڑھتی ہوں کبھی ناغہ بھی ہو جاتا ہے، نصف پارہ سے زیادہ نہیں پڑھتی ہوں، نصف پارہ بھی کبھی کبھی پڑھتی ہوں زیادہ تر پاؤ پارہ پڑھتی ہوں لیکن زیادہ تر وقت خموشی میں گزرتا ہے، جب یاد آتا ہے تو کچھ پڑھنے لگتی ہوں، کبھی درود، کبھی استغفار، کبھی صرف اللہ اللہ، کبھی لا الٰہ الا اللہ، کبھی لا الٰہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین، کبھی سبحان اللہ وبحمدہ و سبحان اللہ العظیم، کبھی لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتی ہوں لیکن یہ سب صرف زبان سے ہوتا ہے، دل کہیں اور رہتا ہے، ہاتھ سے کوئی کام کرتی رہتی ہوں، نماز قضا نہیں ہوتی ہے لیکن بالکل اخیر وقت میں پڑھنے کو اٹھتی ہوں، نماز پڑھنے میں بہت سستی سے کام لیتی ہوں، اس طرف کچھ دن سے دل بہت پریشان رہتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کی تلاش ہو، کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے، یہ خیال آیا کرتا ہے دن رات گزرتی جاتی ہے اور کوئی عمل ایسا نہیں ہو رہا ہے جو وہاں کام آئے، جو کچھ ہو رہا ہے سب یہیں چھوٹ جائے گا میں اکیلی رہ جاؤں گی۔ (یہ سب خیال کے باوجود نماز میں دل نہیں لگتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپ اٹھتی ہوں، پسینہ آجاتا ہے، گرمی لگنے لگتی ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا، میرے اندر بہت سی برائی ہے جو سوچ کر لکھوں گی۔ مجھ سے آپ کا لکھا ہوا بعض حرف نہیں چلتا ہے، ذرا بڑا حرف لکھا کیجیے کہ دوسرے سے پڑھوانا نہ پڑے۔

آپ کی۔ شکیلہ

بھوپال

عزیزہ سلمہا! دعائے خیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

تمہارا یہ خط پا کر بہت خوشی ہوئی کہ تم کو ادھر توجہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تم کو دین ودنیا کی نعمتیں عنایت کریں۔ بلاشبہ ہر اصلاح توجہ اور طلب سے ہوتی ہے۔ پہلے آدمی کو اپنا عیب اور قصور معلوم ہو تب وہ اصلاح کی کوشش کرے گا، تو تم کو یہ تو معلوم ہوا کہ تم میں کمی ہے بس یہ معلوم ہونا کہ ہم میں کمی ہے، ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ دوسرا زینہ یہ ہے کہ اس کمی کو دور کرنے کی طرف توجہ کی جائے، اب یہ طلب تم میں پیدا ہوگئی ہے اس کی قدر کرو، اب اس کے بعد تیسرا زینہ یہ ہے کہ جو تدبیر اس کمی کو دور کرنے کے لیے بتائی جائے اس پر توجہ کرو۔ اب پہلے نماز کو لو۔

نماز میں جو دل بٹتا ہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ تم ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک حرف پر خیال کر کے پڑھو اگر یہ مشکل نظر آئے تو یوں کرو کہ چند نئی سورتیں یاد کرو اور ان کو نماز میں پڑھنا شروع کرو، جب نیت باندھنے لگو تو یہ ذہن میں خیال کرو کہ اب ہم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں اور یہی خیال پوری نماز میں قائم رہے۔ اگر پوری نماز میں یہ خیال نہ رہے تو جب خیال بٹ جائے تو پھر یاد کر کے اس خیال کو قائم کرو، شروع شروع میں دیر ہوگی، رفتہ رفتہ ٹھیک ہو جائے گا۔

اسی کے لیے ذکر کی تعلیم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عرش سے لے کر تمہارے قلب تک ایک نور روشن ہے، اس کو خیال کر کے اللہ اللہ ہلکی آواز میں تسبیح پر کم از کم ڈیڑھ ہزار کرو پھر بڑھاتی جاؤ، تم نے اپنی جو کیفیت لکھی ہے بہت اچھی ہے، اسی کے مطابق کام بھی کرو۔

قرآن پاک کی تلاوت کم از کم ایک پارہ ہو اور اگر مجبوری ہو تو حرج نہیں کہ کم پڑھو، مگر ناغہ نہ ہو اور یہ خیال کر کے پڑھو کہ اللہ تعالیٰ اس کو سن رہے ہیں۔

دن بھر جو زبان سے ذکر کرتی رہتی ہو یہ بھی اچھی بات ہے مگر ایک وقت مقرر کر کے بھی ہو سکے تو کرو۔

نماز مسنون وقت پر پڑھنے کی عادت ڈالو اور اس کی صورت یہ ہے کہ نماز کا وقت گھڑی یا سایہ سے مقرر کر لو اور جب وہ وقت آ جائے تو فوراً کھڑی ہو جاؤ، پہلے پڑھ لو تب کوئی کام کرو اور یوں سمجھو کہ دیر کرنے میں کیا معلوم کہ وقت ملے گا بھی یا نہیں، اس لیے وقت مقرر پر پڑھنے کی عادت ڈالو۔

الحمد للہ تمہاری والدہ اچھی ہیں، اب آرام ہے، کل ڈاکٹر انیس کے ہاں ساجو سے ملنے گئی تھیں۔

والسلام سید سلیمان

۸ / دسمبر ۱۹۴۸ء

ادبیات

# غزل

☆جناب وارث ریاضی

مکمل ہوگئی کوہ و بیاباں سے شناسائی
خرابے میں بڑی تسکین کی صورت نکل آئی

معزز تھے کبھی ہم بھی زمانے کی نگاہوں میں
ہماری شامتِ اعمال ہے بس وجہ رسوائی

زمانہ باخبر ہے شورش اقوام مغرب سے
نگاہیں جس طرف اٹھتی ہیں، آتی ہے نظر، کھائی

خدائے پاک نے چاہا تو اک دن رنگ لائیں گی
مری آشفتہ حالی، بے پناہی، آبلہ پائی

یہ انداز دگر اب کے بہار آئی ہے گلشن میں
کہ ہر اک شاخ گل مرجھا گئی، جوں ہی بہار آئی

مجھے بزم سخن میں خود پہ اترانا نہیں آیا
نہ کی میں نے اہانت میں کسی کی خامہ فرسائی

ہزاروں ماہ و انجم صحن دل میں جگمگا اٹھے
نگاہِ آرزو جب حسن کے جلووں سے ٹکرائی

ہوا وارفتۂ دشت جنونِ شاعری پھر بھی
بہت کم کی گئی میرے تغزل کی پذیرائی

نہ جانے کیوں یہ حالت ہوگئی وارث کہ برسوں سے
نہ جی لگتا ہے محفل میں نہ راس آتی ہے تنہائی

---

☆ کاشانۂ ادب، سکٹا (دیوراج) پوسٹ بسوریا، وایا لوریا، مغربی چمپارن (بہار) ۸۴۵۴۵۳۔

# مطبوعات جدیدہ

**اسلام کی آغوش میں**، از مولانا محمد ثناء اللہ عمری، متوسط تقطیع، کاغذ وطباعت عمدہ، صفحات ۲۴۸، قیمت ۱۵۰/روپے، پتہ: ادارۂ تحقیقات اسلامی، جامعہ دارالسلام عمرآباد-۶۳۵۸۰۸ ٹمل ناڈو۔

اسلام کے ابر کرم سے سیراب وسرشار ہونے والوں کی داستانیں بظاہر ادب کی کسی صنف سے تعلق نہیں رکھتیں لیکن دیکھا جائے تو یہ روحانی آپ بیتیوں بلکہ جگ بیتیوں کی ایسی صنف ہے جو اس لحاظ سے بالکل منفرد ہے کہ اسلام کے سواد نیا کے دیگر مذہبوں کے ادب میں اس کا وجود نہیں، لوگ اسلام کے سایۂ رحمت میں آئے تو جیسے وہ ایک دوسرے جہان سے متعارف ہوئے اور زندگی کا ایسا رخ آیا جو حیرتوں، مسرتوں، بصیرتوں کا جلوہ گاہ بن گیا۔ زیر نظر کتاب بھی اسی قبولیت، انقلاب اور مقبولیت کی خوبصورت تصویر ہے، قریب پچیس مردوں اور بیس خواتین کی زندگی کیسے اندھیروں سے نکل کر شفاف اجالوں سے روشناس ہوئی، بہکے، بھٹکتے راستے کیسے ہموار اور محفوظ اور منزل کی ضامن راہوں میں بدل گئے، نظر ان پر جانی چاہیے، صاحب کتاب ایک زمانہ سے انسانوں کے مطالعہ میں مصروف ہیں، جنوب ہند میں اردو کے دلنشیں اسلوب کی ایک قلم انھوں نے لگائی تو ان کے پڑھنے والے دور ہی سے پہچان گئے کہ انشائے ماجد کی مشکل لیکن کامیاب تقلید میں صرف اسلوب ہی نہیں فکر وجذبہ بھی کھنچ کر آ گیا، فاضل مصنف کی کوئی تحریر پڑھ لیجیے، پس منظر میں مولانا دریابادی جیسے اپنے وجود کا اعلان کرتے جاتے ہیں، اس دلکش اسلوب میں قبول اسلام کی یہ داستانیں ایمان افروز تو ہیں ہی، روح پرور بھی ہیں، محترم مصنف کا یہ کہنا گویا اس کتاب کی وجہ تالیف ہے کہ ان داستانوں سے سرسری نہیں گزرنا چاہیے بلکہ بغور دیکھنا چاہیے کہ دین حنیفی کی وہ کون سی تیر بہدف تعلیم تھی جس نے مختلف ملکوں، قوموں، تہذیبوں، جنس اور پیشے والوں کا قدیم موروثی عقائد واعمال سے قطع تعلق کرایا اور یہ بھی حیرت انگیز حقیقت ہے کہ عین ایسے زمانہ میں جب حکومت، دولت، اقتدار کے ذریعہ ہر طرح اسلام کو حرف غلط باور کرایا جارہا ہے، قبول اسلام کی خبریں یدخلون فی دین اللہ افواجا کی تجدید کرتی جاتی

ہیں، یقیناً اس قسم کی کتابیں دل کی شکستگی اور روح کی افسردگی کے ازالہ کا سامان ہیں جو مصنف کے لیے فرحت، اجر اور قبولیت اور پڑھنے والوں کے ایمان کی تقویت کا سبب بھی ہے۔

متاعِ قلم از ڈاکٹر رضیہ حامد، متوسط تقطیع، عمدہ کاغذ و طباعت، مجلد، صفحات ۱۲۸، قیمت ۹۰ روپے، پتہ: ٦۔ کنارہ اپارٹمنٹ، وی آئی پی لیک ویو روڈ، احمد آباد، بھوپال ۔۱۔

نواب صدیق حسن خاں، سرسید، آنند نرائن ملا، سید حامد، کوثر چاند پوری، راج بہادر گوڑ، بشیر بدر، جاں نثار اختر، باسط بھوپالی، ملک زادہ منظور احمد، رفعت سروش، اشتیاق عارف، ظفر نسیمی، شبانہ سلیم اور رضا علی عابدی پر علمی و تحقیقی و تاثراتی مضامین کا یہ مجموعہ، مطالعہ شخصیات کے شائقین کے لیے عمدہ تحفہ ہے، بھوپال کی ریاست نے ابتدائے قیام ہی سے نامور خواتین کی شکل میں اپنی انفرادیت ثابت کی ہے، ڈاکٹر رضیہ حامد اسی خصوصیت کا قابل قدر حصہ بن کر کبھی کے بغداد ہند کی قابل فخر میراث کے مانند ہیں، کتاب کے مضامین اسی دعویٰ کی دلیل ہیں، بشیر بدر کو عالمی غزل کا پہلا حرف بتاتے ہوئے کہا گیا کہ بشیر بدر نے عالمی سیاق و سباق میں آج کی غزل کی زبان کو سمجھنے کی کوشش کی ہے، ایسا خیال مصنفہ کے تنقیدی شعور کی جدت کا بھی اظہار ہے، باسط بھوپالی اور ظفر نسیمی جیسے شاعروں کے ذکر سے شاید یہی مقصود ہے کہ ایسے باکمالوں کے نام نیک کو ضائع نہ ہونے دیا جائے۔

فن تدریس، اصول و آداب از مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی، مترجم مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی، متوسط تقطیع، کاغذ و طباعت مناسب، صفحات ۲۰۰، قیمت ۱۰۰ روپے، پتہ: ندوہ کمپیوٹر سینٹر، ندوۃ العلما لکھنؤ اور جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، ضلع نندوبار، مہاراشٹر۔

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی ساری زندگی ہی گویا تدریسی زندگی ہے، فن تدریس خصوصاً عربی زبان و ادب کی تدریس میں مولانا کے تجربات کی اہمیت ظاہر ہے، انھوں نے اس فن کے سلسلہ میں برابر مقالے اور خطبے پیش کیے، عربی میں یہ محاضرات فی فن التدریس کے نام سے شائع ہوئے، زیر نظر کتاب اسی عربی کتاب کا سلیس و شگفتہ ترجمہ ہے، کتاب کی تعریف گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

(ع۔ص)

# رسید کتب موصولہ

**آنسوکی ویا کھیا تمک آلوچنا (ہندی):** وشوناتھ لال شیدا، شیدا ساہتیہ پرکاشن سنستھان ۔ ۵۸۷، سرودے نگر، ٹمیارا روڈ، الّاپور، الٰہ آباد۔ قیمت: ۸۰/روپے

**اسلاف کا ذوق تلاوت:** فیصل احمد ندوی، علی ایجوکیشنل بک ہاؤس، مدینہ کالونی، بھٹکل۔ قیمت: ۱۲۰/روپے

**علاقہ کڈپہ کے نایاب تاریخی کتبے:** ڈاکٹر راہی فدائی، الانصار پبلی کیشنز، ریاست نگر حیدرآباد۔ قیمت: ۱۰۰/روپے

**مثنوی امراؤ جان:** ڈاکٹر رشید اشرف خاں، شمشاد مارکیٹ، علی گڈھ۔ قیمت: ۵۰۰/روپے

**میں پیٹرا کا نیل گگن ہوں (ہندی):** ڈاکٹر رویندر کمار استھانہ، انوکرت پرکاشن، بخاراپور، پرانا شہر، بریلی۔ قیمت: ۱۴۰/روپے

**مطالعہ تصنیفات علامہ حکیم سید عبدالحی حسنی:** مرتبین محمد صادر۔محمد یوسف، مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔ قیمت: ۸۰/روپے

**مطالعہ تصنیفات علامہ سید سلیمان ندوی:** مرتبین محمد کاشف۔محمد تنویر ضیاء، مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ۔ قیمت: ۵۰/روپے

**مقدمہ رباعی (رباعی پر چار مقالے):** پروفیسر سید وحید اشرف، راعی بکڈپو، کٹرا، الٰہ آباد۔ قیمت: ۲۵۰/روپے

**مولانا محمد عزیر قاسمی معروفی:** مرتب اسعد الاعظمی، مکتبہ فریدیہ قاسمیہ (تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند) ۱۹/۱۶۱، جوگا بائی، جامعہ نگر، نئی دہلی۔ قیمت: ۱۰۰/روپے

**یونانی طب کا مغل اور برطانوی عہد:** (سولہویں تا انیسویں صدی)، حکیم فخر عالم، مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ، شمشاد مارکیٹ، علی گڈھ۔ قیمت: ۵۰۰/روپے

# تصانیف علامہ شبلی نعمانیؒ

| کتاب | قیمت |
|---|---|
| سیرۃ النبیؐ جلد اول و دوم (یادگار ایڈیشن) | 2000/- |
| سیرۃ النبیؐ | |
| (خاص ایڈیشن مکمل سیٹ ۷ جلدیں) | 2200/- |
| علامہ شبلی و سید سلیمان ندوی | |
| مقدمہ سیرۃ النبیؐ | 30/- |
| الفاروق | 300/- |
| الغزالی | 200/- |
| المامون | 175/- |
| سیرۃ النعمان | 300/- |
| سوانح مولانا روم | 220/- |
| شعر العجم اول | 300/- |
| شعر العجم دوم | 150/- |
| شعر العجم سوم | 125/- |
| شعر العجم چہارم | 200/- |
| شعر العجم پنجم | 150/- |
| الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی | 350/- |
| (محقق ایڈیشن) تحقیق: ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی | |
| الکلام | 250/- |
| علم الکلام | 200/- |

| کتاب | | قیمت |
|---|---|---|
| موازنہ انیس و دبیر | | 250/- |
| اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر | | 100/- |
| سفرنامہ روم و مصر و شام | | 200/- |
| کلیات شبلی (اردو) | | 220/- |
| کلیات شبلی (فارسی) | | 45/- |
| مقالات شبلی اول (مذہبی) | | 170/- |
| مرتبہ: سید سلیمان ندوی | | |
| مقالات شبلی دوم (ادبی) | 〃 | 70/- |
| مقالات شبلی سوم (تعلیمی) | 〃 | 80/- |
| مقالات شبلی چہارم (تنقیدی) | 〃 | 200/- |
| مقالات شبلی پنجم (سوانحی) | 〃 | 150/- |
| مقالات شبلی ششم (تاریخی) | 〃 | 90/- |
| مقالات شبلی ہفتم (فلسفیانہ) | 〃 | 100/- |
| مقالات شبلی ہشتم (قومی و اخباری) | 〃 | 110/- |
| خطبات شبلی | مرتبہ: عبد السلام ندوی | 80/- |
| انتخابات شبلی | مرتبہ: سید سلیمان ندوی | 45/- |
| مکاتیب شبلی اول | 〃 | 150/- |
| مکاتیب شبلی دوم | 〃 | 190/- |
| اسلام اور مستشرقین چہارم (علامہ شبلی کے مقالات) | | 250/- |

ISSN 0974 - 7346 Ma'arif (Urdu) -Print
October 2019 Vol - 204 (4)
RNI. 13667/57 MA'ARIF AZM/NP-43/019
Monthly Journal of
Darul Musannefin Shibli Academy
P.O.Box No: 19, Shibli Road, Azamgarh, 276001 U.P. (India)

# مطبوعات شبلی صدی

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | سیرۃ النبیؐ جلد اول ودوم (یادگار ایڈیشن) | علامہ شبلی نعمانی | 2000/- |
| ۲۔ | شبلی کی آپ بیتی | ڈاکٹر خالد ندیم | 325/- |
| ۳۔ | دارالمصنّفین کے سو سال | کلیم صفات اصلاحی | 350/- |
| ۴۔ | شذرات شبلی (الندوہ کے شذرات) | مرتبہ: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی | 220/- |
| ۵۔ | محمد شبلی لائف اینڈ کنٹری بیوشنس | ڈاکٹر جاوید علی خاں | 230/- |
| ۶۔ | حیات شبلی | علامہ سید سلیمان ندوی | 650/- |
| ۷۔ | مولانا الطاف حسین حالی کی یاد میں | اشتیاق احمد ظلی | 250/- |
| ۸۔ | حیات سعدی | تصنیف: خواجہ الطاف حسین حالی | 400/- |
| ۹۔ | شبلی شناسی کے اولین نقوش | مرتبہ: ظفر احمد صدیقی | 600/- |
| ۱۰۔ | شبلی ایک دبستان | آفتاب احمد صدیقی | 250/- |
| ۱۱۔ | متاع رفتگاں | شاہ معین الدین احمد ندوی | 200/- |
| ۱۲۔ | یہود اور قرآن مجید | مولانا ضیاء الدین اصلاحی | 150/- |
| ۱۳۔ | رسائل شبلی | علامہ شبلی نعمانی | 300/- |
| ۱۴۔ | اردو ترجمہ مکاتیب شبلی | ڈاکٹر خالد ندیم | 110/- |
| ۱۵۔ | تاریخ بدء الاسلام (علامہ شبلی نعمانی) | مرتبہ: ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی | 300/- |
| ۱۶۔ | مراسلات شبلی | ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی | 150/- |
| ۱۷۔ | مطالعات شبلی | مرتبہ: اشتیاق احمد ظلی | 550/- |
| ۱۸۔ | الفاروق (ہندی) | علامہ شبلی نعمانی | 450/- |
| ۱۹۔ | الندوہ (جلد ۱۔۹) | | 4735/- |